حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	خلافت راشدہ
جنوری ۲۰۲۵ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۳۲

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

• غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت	• مولانا عطا اللہ بندیالوی خطابت یا فتنہ انگیزی کا علمبردار
• مقدمہ کتاب مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث
• سقوط بغداد کا سبب ہرگز مسلکی اختلافات نہیں تھے	

مدیراعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد	یااللہ مدد	عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

فہرست مضامین	صفحہ
غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت (قسط:۹) (رب نواز بھٹی)	1
مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث (قسط:۱۲) (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)	12
مولانا عطا اللہ بندیالوی خطابت یا فتنہ انگیزی کا علمبردار (مولانا عبدالجبار سلفی صاحب)	49
مقدمہ کتاب "مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" (طاہر گل دیوبندی)	52
سقوط بغداد کا سبب ہرگز مسلکی اختلافات نہیں تھے (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب)	73

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

رب نواز بھٹی (قسط:۹)

بہ سلسلہ غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

قرآن کے معروف معنوں سے گریز

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے ''معروف معنوں سے گریز'' عنوان قائم کر کے متعلق لکھا:

''اثری صاحب بھی اس عقل پرست طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی آیت کے صاف اور سیدھے مطلب کو دیکھ کر اپنی دانست میں یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہاں تو اللہ میاں سے بڑی بے احتیاطی ہو گئی اور اثری صاحب کے خیال کے مطابق کسی نبی کی عصمت خراب ہو گئی، لہٰذا لاؤ میں ان کی بات اِس طرح بنا دوں کہ ان کی غلطی کا پردہ ڈھک جائے اور لوگوں کو اس پر ہنسنے کا موقع نہ ملے۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۳۲۵)

اس کے بعد کیلانی صاحب نے متعدد آیات درج کر کے اُن کا معروف معنیٰ ذِکر کیا، پھر ان معروف معانی کے برعکس اثری صاحب کا غیر معروف معنیٰ نقل کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد اپنی سوچ کو تقویت دینے کے لئے آیات کے معروف معنوں سے گریز کرتے رہے۔

غربائے اہل حدیث فرقہ اور قرآن مجید

غیر مقلدین کا ایک فرقہ خود کو '' غربائے اہلِ حدیث '' نام سے ظاہر کرتا ہے ۔جب کہ دوسرے غیر مقلدین انہیں ''فرقہ امامیہ '' کہا کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے اماموں میں سے مولانا عبد الوہاب ، مولانا عبد الستار اور مولانا عبد الغفار وغیرہ ہیں۔ ان کا مرکز ہندوستان میں دہلی رہا۔ پھر یہ لوگ پاکستان کے شہر کراچی میں آباد ہوئے۔ اُن کے مسائل کا مجموعہ ''فتاوی ستاریہ '' کے نام سے شائع ہے۔ یہاں اس فرقہ کو بھی سامنے لاتے ہیں کہ ان کا قرآن کے ساتھ کیا رویہ رہا۔

آیت وحدیث سے من پسند مطلب کشید

مولانا عبد القدوس گوڑ گانوی غیر مقلد نے غربائے اہلِ حدیث کی تردید میں لکھا:

"نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ طرز کی مصنوعی امارتوں کے لیے آج ان دلائل کو پیش کیا جارہا ہے جو امارت شرعیہ وامارت کبری کے متعلق وارد ہوے ہیں۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۹/ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۷)

گوڑ گانوی صاحب لکھتے ہیں:

"مجھے قوی اُمید ہے کہ آئندہ سے ہمارے بھائی جماعت غرباء اہلِ حدیث والے آیت کریمہ یایها الذین آمنوا اطیعوا الله وا طیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور حدیث شریف من مات ولیس فی عنقه بیعة فمات میتة جاهلیة کو اپنی امارت کے ثبوت میں پیش نہیں کریں گے۔ اور کسی موحد متبع سنت مسلمان کی موت کو جاہلیت کی موت قرار نہیں دیں گے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۹/ دسمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۸)

غرباء اہلِ حدیث کے عقائد کتاب وسنت کے خلاف

شیخ حمید اللہ غیر مقلد کہتے ہیں:

"فرقۂ امامیہ [جماعت غرباء اہلِ حدیث (ناقل)] کے عقائد کتاب و سنت اور سلف صالحین کے خلاف ہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

آیت سے اپنی امامت کو تقویت دینے کی کوشش

مولانا عبد الوہاب (دہلوی امام غرباء) نے قرآن کی آیت واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستاذنوه پیش کر کے کہا:

"اس آیت سے ثابت ہوا کہ بلا اجازت امام وقت کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔"

اُن کے شاگرد مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

”آپ نے جو ترجمہ حتی یستاذنوہ کا امام وقت کیا ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ آیت میں طلب اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلوب ہے، نہ امام وقت سے۔ آپ کیوں مخلوقِ خدا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے مترجم حمائل ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کی منگوائی جس میں حتی یستاذنوہ کا ترجمہ اس طرح لکھا تھا کہ نہ جاویں یہاں تک کہ اذن لے لیویں پیغمبر سے۔ چنانچہ جب یہ ترجمہ عوام الناس کو سنایا گیا تو مولوی صاحب میرے پر غصہ ہوئے۔“

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۸ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

کھنڈیلوی صاحب نے آگے لکھا:

”یہ اذن نبوی بھی بوقت امر جامع مثل خطبہ وجمعہ و مجلس وعظ ہوتا تھا نہ (کہ) عام طور پر جیساکہ آپ سمجھتے ہیں۔“

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

محشی کی رائے کو قرآن کا مسئلہ بتانا

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد اپنے استاذ مولانا عبد الوہاب دہلوی (امام غربائے اہلِ حدیث) کے متعلق لکھتے ہیں:

”لوگو! مولوی صاحب نے اپنے دعویٰ کا ثبوت قرآن مجید سے دینا فرمایا تھا۔ جو قرآن مجید سے تو آپ کا دعویٰ ثابت نہ ہوا، اب ایک محشی کی رائے سے استدلال کرتے ہیں اور اس کو قرآن مجید کا مسئلہ بتلاتے ہیں تو بھلا حاشیہ قرآن مجید کا کیا قرآن کہلا سکتا ہے۔ حاشیہ کو متن قرآن مجید سمجھنا یہ آپ ہی کا کام ہے۔ قرآن مجید کے حواشی میں تو وہ باتیں بھی ہیں جو قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ آپ حاشیہ کو قرآن مجید نہ کہیے، ورنہ بخاری شریف کے حاشیہ کو بھی بخاری کہنا ہوگا جیسے بخاری کی احادیث کو ماننا ضروری ہے ویسے ہی حواشی کو ماننا ضروری ہوگا۔“

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۹ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

اپنے تراشیدہ مسائل قرآن کی طرف منسوب

مولانا عبد الوہاب دہلوی (امام غرباء اہلِ حدیث) کہتے ہیں:

"کوئی کام نکاح ہو یا طلاق بغیر اجازت امام وقت جائز ہی نہیں۔ یہ مسئلہ قرآن مجید سے ثابت ہے دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ...اس آیت سے ثابت ہوا کہ بلا اجازت امام وقت کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔"

(مقاصد الامامۃ صفحہ ۱۶ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جس میں ہو کہ نکاح اور طلاق امام وقت کی اجازت کے بغیر منعقد و واقع نہیں۔ یہ بات نہ تو مذکورہ آیت میں ہے اور نہ ہی کسی دوسری آیت سے۔

قرآن مجید کی تفسیر میں تحریفات کا ارتکاب

ثنائیہ فرقہ نے کتاب اللہ کی تحریف کا ارتکاب کیا

امام آل غیر مقلدیت وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"اب رہی کتاب اللہ کی تحریف تو.......... ثنائیہ اور باطنیہ اور بابیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے بھی کی، قرآن کی ایسی تفسیریں اور تاویلیں کیں جو درحقیقت تحریف ہیں۔"

(لغات الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۸۴، س)

ثنائیہ: مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کے معتقدین کو کہتے ہیں۔ (خطبہ امارت، صفحہ ۲۲، مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد دوم)

تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی

مولانا عبدالحق غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آج کل ایک تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ کشمیری الاصل امرتسری الوطن میری نظر سے گزری۔ تفسیر کیا، ایک اغلاط کا مجموعہ، تاویلات کا ذخیرہ دیکھا، تعجب ہے یونیورسٹی کے فاضل کی فضیلت اور لیاقت پر کہ الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔"

(اربعین صفحہ ۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

ساری تفسیر تحریفات جدیدہ و معانی از خود تراشیدہ سے بھری ہوئی ہے

مولانا عبد الحق غزنوی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امر تسری کی چالیس تفسیری غلطیوں کی نشان دہی کرنے کے بعد لکھا:

"میں کہاں تک مصنف تفسیر ثنائی کا خلاف از سلف و شذوذ از خلف بیان کروں ساری تفسیر تحریفات جدیدہ و معانی از خود تراشیدہ سے بھری ہوئی ہے۔ یہ تو قطرہ از دریا و نمونہ از خروار ہے۔ نہ حوران جنت کا اقرار، نہ غلمان بہشت کا اثبات۔"

(الاربعین صفحہ ۲۶ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد معصوم لکھتے ہیں:

"لقد رأيت بعض التحريفات المنقولة فى هذا الاستفتاء المنسوبة الى التفسير الثنائى ـ"

(الاربعین صفحہ ۳۰، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: یقیناً میں نے بعض تحریفات دیکھیں جو اِس استفتاء میں منقول ہیں اور تفسیر ثنائی کی طرف منسوب ہیں۔

مولانا عبد الہادی (امام مسجد اہلِ حدیث شہر راولپنڈی) لکھتے ہیں:

"جب میں نے رسالہ مسمی بمذہب اہلِ حدیث مؤلفہ ثناء اللہ کا دیکھا تو مجھ کر ظن غالب ہوا لہذا میں نے اُس کی کتابیں منگالیں اور حسب استدعا اور مطالعہ اُس کے لیے اُس کی تفسیر کی مدح بھی لکھ دی۔ جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو خلاف مذہب اہلِ سنت و مخالف سلف امت وائمہ دین کے پایا بلکہ اُس میں بڑا دھوکہ وابلہ فریبی اور مسلمانوں کے ساتھ مخادعت والحاد ہے لہذا میں تمام مسلمانوں کو تحذیراً متنبہ کرتا ہوں کہ اُس کی کتابیں خصوصاً تفسیر اُس کی صریح تحریف ہے اور تمام اہلِ اسلام کے مخالف ہے، ہر گز نہ دیکھیں کیوں کہ وہ متبع ہوا ہے، نہ متبع ہدیٰ اور تابع ملحدین و نیچرین کا ہے، نہ (کہ) تابع مہاجرین وانصار و سلف صالحین کا۔"

(الاربعین صفحہ ۳۵، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ غلام محمد بن مولوی غلام احمد لکھتے ہیں:

”فقد طالعت تفسیر ثناء اللہ الذی ھو تحریف للکلم عن مواضع .... یحرف کلام اللہ عز وجل کفعل الیھود والزنادقۃ ۔“

(الاربعین صفحہ ۳٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: یقینا میں نے ثناء اللہ کی تفسیر کا مطالعہ کیا جو کہ جملوں کی اپنی جگہوں سے تحریف ہے... وہ یہودیوں اور زندیقوں کی طرح اللہ عزوجل کے کلام کی تحریف کرتا ہے۔

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ فضل الدین (چک لالہ) لکھتے ہیں:

”حرف و بدل الکشمیری ثناء اللہ ۔“

(الاربعین صفحہ ۳٦، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: کشمیری ثناء اللہ نے تحریف کی اور ردوبدل کیا۔

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ حسین بن محمد انصاری سعدی لکھتے ہیں:

”قد سلک فیھا غیر ما سلکہ المحققون من المفسرین وحذی حذو المحرفین ۔“

(الاربعین صفحہ ۳۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: وہ یقینا محقق مفسرین کے غیر راستہ پہ چلے ہیں اور تحریف کرنے والے کی ہو بہو پیروی کی ہے۔

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ فضل الرحمن پنجابی لکھتے ہیں:

”لاشک فی ان ثناء اللہ ملحد و معتزلی وجھمی لانہ یفسر القرآن برایہ و یحرف الکلم عن مواضعھا ویصرف النصوص عن ظواھرھا ۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ثناء الہ ملحد، معتزلی اور جھمی ہے اس لیے کہ وہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے اور کلمات کی ان کی جگہوں سے تحریف کرتا ہے اور

نصوص کو ان کے ظاہری معنوں سے پھیر دیتا ہے۔

فائدہ: محمد عظیم دہلوی، محمد اسماعیل فیروز پوری اور حافظ عبد الغفور میر ٹھی نے فضل الرحمن صاحب کی مذکورہ عبارت کی تائید کی ہے۔(الاربعین صفحہ ۲۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

وکیل اہلِ حدیث کا لقب پانے والے مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔

(الاربعین صفحہ ۴۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد ابراہیم بیگ پوری لکھتے ہیں:

”مولوی ثناء اللہ امرت سری کی تفسیر عربی احقر العباد کی نظر سے گذری تو معلوم ہوا کہ قبل اس کے کوئی مفسر ایسا نہیں گذرا جو مبتدعین ضالین مضلین محرفین کتاب اللہ و سنت سید المرسلین پر فوقیت رکھتا ہو جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب فوقیت رکھتے ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۴۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا عبد التواب ملتانی لکھتے ہیں:

” فرض على طائفة اهل الحديث ان يجتنبوا غوائل هذا المعجب برايه القائل على الله بغير علم فقد لبس على الناس تلبيسات لا تعدولا تحصى والقى عليهم شبها لا تحد ولا تستقصى فى تفسيره الحقيق بان يسمى تحريفا و تغيير ا۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: اہلِ حدیث جماعت پر فرض ہے کو وہ بچیں اپنی رائے پر متعجب ہونے والے اس بندے سے، جو اللہ پر بغیر علم کے بات تھوپنے والا ہے۔ اس نے لوگوں کو اتنی تلبیسات میں ڈال دیا جنہیں گنا اور شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اُن پر ایسے شبہات ڈالے جن کی حد اور استقصاء نہیں اپنی اس تفسیر میں جو اس لائق ہے کہ اس کا نام تحریف و تغییر رکھا جائے۔

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے بزرگ محمد یار لکھتے ہیں:

”قال علی اللہ ما لم یعلم وافتری علیہ کذبا ثم قد سمی تحریفہ ھذا تفسیر القرآن بکلام الرحمن۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ: اس نے اللہ کی بابت وہ بات کہی جس کا خود کو علم نہیں اور اس پر جھوٹ بھی گھڑا ، پھر اپنی اس تحریف کا نام ”تفسیر القرآن بکلام الرحمن“ رکھا۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی لکھتے ہیں:

” اربعین کو من اولہ الی آخرہ دیکھا اور ان کی تفسیر سے مقابلہ کیا۔ فی الواقع تفسیر مذکور کی ان کل مقامات میں تاویلات باطلہ و تحریفات سے کام لیا گیا ہے۔“

(الاربعین صفحہ ۴۸، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

الاربعین کتاب کی تصدیق کرنے والے عبد الرحمن پنجابی نزیل دہلی لکھتے ہیں:

”ولاینظروا فی تفسیرہ مخافۃ ان یعتقدوا ما فیہ من الضلالات و التحریفات فیکونوا مثلہ ۔“

(الاربعین صفحہ ۴۱، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ترجمہ :اس کی تفسیر کو نہ دیکھیں اس خوف سے کہ وہ ان گمراہیوں اور تحریفات کے معتقد ہو جائیں گے جو اس میں ہیں پھر وہ بھی انہی کی طرح ہو جائیں گے۔

مولانا عبد الواحد بن مولانا عبد اللہ غزنوی لکھتے ہیں:

”ارحم الراحمین ہماری شکایت تیرے آگے ۔ تازہ بتازہ ملحد نکلتے ہیں ، تفسیر کے لباس میں تیری کلام میں تحریف کرتے ہیں۔“

(الاربعین صفحہ ۵۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

ایسی تفسیر کو دنیا تحریف کہتی ہے

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”مولوی ثناء اللہ کی خدمت میں عرض ہے کہ............ کیا اسی کا نام تفسیر ہے؟ ایسی تفسیر کو آپ ہی تفسیر کہتے ہوں گے ورنہ دنیا تو اس کو تحریف کہتی ہے۔“

(فتاوی اہلحدیث:۱/ ۵۷، ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

ترجمہ قرآن کے نام پر سراسر تحریف

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد ”تحریف“ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”......ایک اہل حدیث اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں: اپنی اپنی جانوں اپنی اولادوں اور اپنی عورتوں کو نظر کے لیے لکھ پڑھ کر یہ تعویذ اور جھاڑ پھونک کیا کرو۔ ترجمہ میں ”لکھنے“ کا لفظ سراسر تحریف ہے جو اہلحدیث کی شان کے لائق نہیں بلکہ بزعم خود قرآن پاک سے ثبوت لانے کے لیے ”وقیل من راق“ کا ترجمہ کرتے ہیں: کون ہے رقیہ (دم تعویذ) کرنے والا۔ ایک ترجمہ کے مطابق دم کرنا تو ٹھیک ہے، لیکن لفظ تعویذ کے اضافے سے عوام کو یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ تعویذ لکھنے اور بیچنے کا ثبوت تو قرآن پاک میں بھی ہے۔ ایسی گھٹیا حرکتیں نہیں کرنی چاہیے۔“

(تعویذ اور دم، صفحہ ۲۷)

ساری تفسیر کفر اور الحاد سے بھری ہوئی ہے

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ایک شخص ثناء اللہ نامی ہے جس نے قرآن کی تفسیر عربی زبان میں لکھی ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں اہلِ حدیث میں سے ہوں حالاں کہ اس کی ساری تفسیر کفر اور الحاد سے بھری ہوئی ہے۔“

(تیسیر الباری:۸/ ۲۴۳، طبع تاج کمپنی)

تفسیر کے نام پر اللہ سے جھگڑا (معاذ اللہ)

فیصلہ مکہ نامی کتاب میں ”مکہ معظمہ میں مجلس فیصلہ“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ جلالۃ الملک نے امر تسری صاحب سے کہا تھا کہ:

"یہ جھگڑا تمہارا اور غزنویوں کا نہیں بلکہ تمہارا اور اللہ کا جھگڑا ہے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۱۳، مشمولہ رسائل اہل حدیث جلد اول)

کلام الٰہی کے متعلق ملحدانہ عقیدہ

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ کا کلام الٰہی کے متعلق عقیدہ ملحدانہ ہے۔"

(تنظیم ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء بحوالہ مظالم روپڑی صفحہ ۱۶)

تحریف جو عادت یہود ہے

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد نے مولانا غلام العلی قصوری غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھا:

"اس مجمل آیت لانے سے معلوم ہوا کہ تحریف جو عادت یہود ہے آپ میں یہ بھی موجود ہے۔"

(اثبات الالہام و البیعة بادلة الکتاب والسنة صفحہ ۵۱)

قرآنی آیات میں تحریف کی جرأت

مولانا محمد اسماعیل سلفی غر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ کا باپ تھا اس قدر غلط اور جہالت آمیز ہے کہ پرانے ملحدین کو بھی اس کے اظہار کی جرآت نہیں ہوئی تھی۔ میری دانست میں سر سید احمد خاں سے پہلے کسی بڑے سے بڑے بے دین کو بھی قرآن عزیز کی آیات متعلقہ کی تحریف میں یہ جرأت نہیں ہوئی جو گجراتی ملحد [مولانا عنایت اللہ اثری غیر مقلد (ناقل)] کو ہوئی، اس نوع کی تحریف بے باک ملحد ہی کر سکتا ہے!۔"

(الاعتصام لاہور ۴/ ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۴)

بہت زیادہ تحریف قرآن

مولانا عبد الاحد خان پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آپ نے از حد زیادہ اپنی تفسیر عربی میں تفسیر قرآن کی ہے۔"

(الفيصلة الحجازية السلطانية صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

محرفین میں شمار

شیخ حسن بن یوسف زکریا دمشقی (سابق مدرس حرم) مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولوی ثناء اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں میں اس کا شمار ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر کیا ہے کہ "اہلِ کتاب میں ایک فرقہ ہے جو کتاب (تورات) پڑھتے وقت اپنی زبان کو مروڑتے (تڑوڑ کے کچھ کا کچھ پڑھ دیتے) ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب الٰہی کا جزو ہے حالاں کہ وہ کتاب الٰہی کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ (جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں) اللہ کے ہاں سے اترا ہے حالاں کہ وہ اللہ کے ہاں سے نہیں اُترا۔ یا ان لوگوں میں شمار کرنا چاہیے جن کا ذِکر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے: "جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن مجید کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں... اور استاذ عبد الحق غزنوی (مرحوم) نے اربعین میں جو کچھ لکھا ہے وہی صحیح ہے اور یہی مسلک سلف صالحین اور متاخرین اور جمہور علماء کا ہے۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۱۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

تاویلات و تحریفات کی آمیزش

مولانا عبد العزیز (سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور) لکھتے ہیں:

"آہ! آج اہلِ حدیث کی حالت یہ ہے کہ جو شخص مذہب اہلِ حدیث میں معتزلہ و متکلمین کی تاویلات و تحریفات کی آمیزش کر کے اس کو اہلِ حدیث کی طرف سے پیش کرے اس کے لیے کوئی ملامت نہیں ہے۔ جو شخص صحابہ کرام کی تفسیر چھوڑ کر ابو مسلم معتزلی کی تفسیر کو اپنی کتاب کے لیے مایہ ناز سمجھتا ہو اس پر کوئی انکار نہیں۔"

(فیصلہ مکہ صفحہ ۲۴، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ (قسط۱۲)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

(باب نمبر:۱۷)

مسئلہ تین طلاق کی وجہ سے غیر مقلدین کی طرف سے صحابہ کرام وعلماء عظام کے متعلق گستاخانہ تحریریں، بے جا الزامات اور نامناسب باتیں

غیر مقلدین نے جب صحابہ کرام اور علمائے امت کا نظریہ دیکھا کہ وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں تو بجائے ان کی ہم نوائی حاصل کرنے کے ان پر الزام تراشی شروع کر دی۔ اور ان کے متعلق ایسی نازیبا باتیں کیں جسے مسلمان کا ضمیر گوارہ نہیں کر سکتا۔ ثبوت کے لیے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت کے حکم کا اعتراف کر کے اس کے خلاف کیا

مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

”شریعت کے حکم کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کی وجہ سے اپنی طرف سے حکم جاری کر دیا کہ جس نے تین طلاقیں دے دیں تو تینوں پڑ جائیں گی۔“

(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۵۱، مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق وتحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری ،سن اشاعت: جون ر ۲۰۱۳ء)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بے حیثیت حکم نافذ کر دینے کی نسبت

مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قولِ عمر کی شرعی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ وہ ایک سیاسی حکم تھا جس کی حیثیت حضرت عمرؓ کی نظر میں بھی کچھ نہیں تھی۔“

(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۵۶، مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق وتحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری ،سن اشاعت: جون ر ۲۰۱۳ء)

افعالِ صحابہ کرام کو مردود قرار دینے کی جسارت!

رئیس محمد ندوی غیر مقلد (ہند) لکھتے ہیں:

"اس سے قطع نظر ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگر چہ واقع مانتے ہیں مگر وہ بھی ایک وقت میں تینوں طلاقیں دے ڈالنے والے فعل کو نصوص کتاب وسنت کے خلاف اور حرام و معصیت قرار دینے پر متفق ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو اسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم وواقع مان لینا دوسروں کے لیے بلا دلیل شرعی حجت کیوں کر ہو سکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ فرمانِ نبوی ہے کہ جو کام ہماری اجازت و حکم کے بغیر کیا گیا وہ مردود ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۵۴)

ندوی صاحب نے صحابہ کرام کے خلاف لکھا:

"فرمانِ نبوی ہے کہ جو کام ہماری اجازت و حکم کے بغیر کیا گیا وہ مردود ہے۔"

جب کہ اس حدیث میں بدعات کی بابت فیصلہ ہے کہ وہ مردود ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ ندوی صاحب کے بقول صحابہ کرام کا تین طلاقوں کو تین قرار دینا بدعت ہے۔

قرآن وحدیث کی خلاف ورزی کا الزام!!

ندوی صاحب نے سیدنا عمر اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا:

"ظاہر ہے کہ نصوص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائحہ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جا سکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چوں کہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا اس لیے صرف ان دو صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۸۷)

صحابی کا فتویٰ خلافِ نصوص ہونے کی وجہ سے مردود!!!

رئیس محمد ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ جس صحابی یا تابعی نے ایسی بدعی طلاق کو ایک سے زیادہ غیر رجعی طلاق قرار دیا یا اس میں نیت کو دخیل مانا اس نے اجتہادی غلطی کی بنا پر نصوص کتاب وسنت کے خلاف فتویٰ دیا اس لیے اس صحابی یا تابعی کا یہ فتویٰ خلاف نصوص ہونے کے سبب قابل رد ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۹۲)

قرآن وحدیث سے بے نیازی کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کسی صحابی کی طرف ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے فتوی کا انتساب صحیح ہے تو یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کسی بھی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ ہمارا فتویٰ قرآن وحدیث کے کسی نص سے ماخوذ ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۳)

غصہ سے مغلوب ہو کر غلط فتوے دینے کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی... یہی غصہ والی بات ان صحابہ کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی جنہوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلایا۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۳)

حکم شریعت کی مخالفت کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمرؓ نے معاملہ طلاق میں حکمِ شریعت کے خلاف بخیال خویش اصلاح کے لیے تعزیری قانون نافذ کیا تھا۔ اسی طرح موصوف نے بعض دوسرے امور میں بھی کیا تھا مگر یہ معلوم ہے کہ تمام احکام شرعیہ بذات خود حکمت ومصلحت پر قائم ہیں خواہ اس کا علم ہمیں ہو سکے یا نہیں اس لئے کسی حکم شرعی کے خلاف لوگوں کی بے راہ روی کو روکنے کے لیے اس حکم شرعی

کو بدل دینے کا اقدام خواہ کتنے ہی غور و فکر اور اخلاص و خیر خواہی کے تحت کیا جائے ایک ”اجتہادی غلطی“ کہلائے گا۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۷)

ندوی صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعزیری طور پہ تین طلاقوں کو تین قرار دیا لیکن اُنہیں تعزیرًا بھی حکم بدلنے کا اختیار نہیں تھا۔ مطلب یہ کہ انہوں نے شرعی حکم بدل دیا تھا۔ اور آگے ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قرآنی حکم تبدیل کر دینے کا الزام“عنوان کے تحت ندوی صاحب کی عبارت مذکور ہو گی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی حکم تبدیل کر دیا تھا۔ (معاذ اللہ)

خلفائے راشدین پر احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح و مصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے۔ ان احکام کے سلسلے میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رَد کیا اور انہیں اجتہادی غلطی قرار دے کر نصوص و احکام شرعیہ ہی کی پابندی کو صحیح قرار دیا۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۷)

احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف طرز عمل کا دعویٰ!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ و نصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص و احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔ پھر زیرِ بحث مسئلہ طلاق میں بھی ہم یہی چاہتے ہیں کہ نصوص و احکام شرعیہ کے خلاف حضرت عمر کی سوچی ہوئی مصلحت کی بنا پر جاری شدہ حکم کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۷)

ندوی صاحب نے اس عبارت میں دعوی کیا ہے کہ خلفائے راشدین کے اختیار کردہ کئی مسائل اجماع امت کے خلاف ہیں۔

خلفائے راشدین کا موقف کتاب وسنت کے خلاف!!!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمرؓ یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب وسنت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۰۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر جان بوجھ کر قرآن کی مخالفت کرنے کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمر فاروق نے امام حسن بصری کی روایت کے مطابق اعتراف کیا تھا کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا فیصلہ یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوا کرتی ہیں اور میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دوں مگر لوگوں کی بے راہ روی و عجلت پسندی نے مجھے اس قرآنی حکم کے خلاف یہ تعزیری قانون جاری کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی قرار پائیں۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۱۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جان بوجھ کر کتاب وسنت کے خلاف کیا!!!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمر کو اس حقیقت کا اعتراف اور اقرار تھا کہ معاملہ طلاق میں جو حکم ہم اس وقت نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ حکم اس حکم سے مختلف ہے جو عہد نبوی وصدیقی وابتدائے عہد فاروقی میں رائج تھا... حضرت عمر معترف تھے کہ کتاب و سنت کا فیصلہ یہی ہے کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۵۷)

حضرت ابن مسعودؓ کا تلبیس والا مشکوک عمل!!!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”دریں صورت ابن مسعود کی اپنی نظر میں اس طرح کا تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابل نفاذ ہے لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی نہایت واضح وظاہر ہے یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی و آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا ان کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتوی بنالینا درست ہے؟“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۶۵)

سیدنا ابن عباس کا عمل حدیثوں کے خلاف ہے!!!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”ہم حدیث کے متبع ہیں ابن عباس کے نہیں۔ اور نہ امام احمد کے۔ کتنی حدیثوں کے خلاف امام احمد وابن عباس کا عمل ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۳۷)

صحابہ وتابعین پر قرآن کی مخالفت کا الزام!

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

”بہت سے صحابہ وتابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۵۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر قرآنی حکم تبدیل کر دینے کا الزام!

رئیس محمد ندوی غیر مقلد (جامعہ سلفیہ بنارس) نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا:

”حضرت عمر معترف تھے کہ کتاب اللہ میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا ہے اور موصوف عمر کی خواہش وتمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے

باعترافِ خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی۔ اس قرآنی حکم میں موصوف نے یہ ترمیم کی تین [طلاقیں (ناقل)] قرار پانے لگیں۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۸۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پہ اجماع کی مخالفت کا الزام

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت عمر نے یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ نصوص کتاب و سنت و اجماع صدر امت ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو ایک قرار دینے پر متفق ہیں۔ اپنے اجتہاد پر قائم شدہ کسی مصلحت کے باعث فرمایا کہ لوگ اس معاملہ میں عجلت سے کام لینے لگے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۵۰۵)

ندوی صاحب کا دعوی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ تھا کہ کتاب و سنت اور اجماع کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک کے حکم میں ہیں پھر بھی انہوں نے لوگوں کی جلد بازی کو روکنے کے لیے کتاب و سنت اور اجماع امت کی خلاف ورزی کو گوارہ کر لیا۔

تنویر الآفاق میں عرض ناشر کے آخر میں تاریخ ۱۴ صفر ۱۴۰۷ھ درج ہے یعنی اس کتاب کو قریباً اڑتیس (۳۸) سال کا عرصہ ہو گیا مگر ہماری معلومات کے مطابق کسی غیر مقلد نے ندوی صاحب کی گستاخیوں اور نازیبا باتوں سے اعلانِ براءت نہیں کیا۔ جب کہ "ہم فاروقی نہیں۔" کہہ کر اور ہم محدثین والے نہیں لکھ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور محدثین کرام سے براءت کا اعلان کر چکے ہیں۔

مدعیان اہلِ حدیث کی منکرین حدیث سے موافقت

یہاں یہ بھی ہم عرض کرتے چلیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر شریعت تبدیل کرنے کا الزام منکرین حدیث نے لگایا ہے، جس سے یہ تاثر دینے کی بے سود کوشش کی کہ حدیثوں کی خلاف ورزی مضر نہیں کیوں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کئی فیصلے احادیث کے خلاف کئے۔ پھر بطور مثال مسئلہ تین طلاقوں کا نفاذ بھی پیش کرتے ہیں۔ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اب ہم اسی قبیل کی وہ "شرعی ترمیمات" درج کرتے ہیں جو پرویز صاحب نے

”اختلافی فیصلے“ کے عنوان کے تحت اپنی تصنیف شہکار رسالت کے صفحہ ۲۷۷ تا ۲۸۰ پر درج فرماتے ہیں اور بالآخر یہی نتیجہ پیش کیا ہے کہ سنت رسول ایک متبدل چیز ہے۔ (۱) تطلیق ثلاثہ....“

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۵۹)

جعفر شاہ پھلواروی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر شرعی ترمیمات کرنے کا الزام لگاتے ہوئے کہا:

”دَورِ صدیقی تک بیک مجلس تین طلاق کو طلاق رجعی قرار دیا جاتا رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اسے طلاق مغلظہ قرار دیا۔“

(اسلام آسان دین صفحہ ۱۵ بحوالہ آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۵۸)

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”تطلیق ثلاثہ والا صرف ایک ایسا مسئلہ ہے جو خلاف سنت ہے۔ ہم اسے خلاف سنت کہتے ہیں لیکن ہمارے کرم فرما [منکرین حدیث (ناقل)] اسے شرعی تبدیلی کا نام دیتے ہیں۔“

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف بے باکی کا اعتراف

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں میں یہ وباعام دیکھی کہ وہ سنت رسول کے طریقہ کے خلاف بیک وقت مجلس تین طلاق دیتے ہیں تو آپ نے ایسے لوگوں کو ان کی اس حرکت کی سزا یہ دی کہ ایسی تین طلاق کو قانونا تین طلاق ہی شمار کرکے اسے طلاق رجعی کے بجائے طلاق بائنہ قرار دے دیا۔ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ سیاسی نوعیت کا تھا تاہم ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کچھ باک نہیں ہے کہ آپ کا یہ فیصلہ شرعی تبدیلی یا شرعی ترمیم نہیں بلکہ براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف تھا۔“

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین اجماعوں کی مخالفت کی!!

مولانا رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عہد نبوی و صدیقی اور ابتدائے دَورِ فاروقی کے اجماعی موقف بابت طلاقِ ثلاثہ کو کسی مصلحت کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافذ کر دیا۔“

(سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۹۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ عقل و نقل اور دین کے سراسر خلاف ہے

مولانا عبد المنان راسخ غیر مقلد نے لکھا:

”عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیناوہ وقتی مصلحت کی بنا پر لوگوں کی زجر و توبیخ کے لیے تھا۔ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین گردان کر میاں بیوی میں ہمیشہ کے لئے جدائی کروادینا بہ عقل و نقل اور دین کے سراسر خلاف ہے۔“

(فوائد: سنن دارمی مترجم: ۲/۲۰۱، انصار السنۃ پبلی کیشنز لاہور)

اس کتاب کے شروع میں ”نظر ثانی: شیخ الحدیث قاری سعید احمد کلیروی، حافظ مطیع اللہ“ لکھا ہوا ہے۔

فیصلہ عمری کے نتیجے میں حلالہ کے واقعات رونما ہونے لگے!

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تعزیراتی فیصلہ بھلا انسانی فطرت کو کیسے بدل سکتا تھا؟ نتیجتاً حلالہ کے واقعات رونما ہونے لگے جس کے لیے دوسرا آرڈی نینس جاری کرنا پڑا۔“

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۸)

غیر مقلدین کی رائے میں تقلید چوتھی صدی میں پیدا ہوئی اور اس کے برعکس خود اپنی بابت اُن کا دعوی ہے کہ ہم دَور نبوی سے چلے آرہے ہیں۔ اس لئے بتایا جائے کہ دَور عمری میں حلالہ کرنے والے کون تھے؟

فیصلہ عمری سے ایک اور بگاڑ پیدا ہو گیا!!!

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ اس آرڈی نینس سے ڈر کر لوگ اپنے اس غیر

شرعی فعل سے باز آجائیں گے۔ یہ کام تو نہ ہو سکا کیوں کہ یہ فیصلہ محض سیاسی نوعیت کا تھا اور اس کی شرعی بنیادیں نہایت کمزور تھیں۔ اس کے برعکس اس فیصلہ سے ایک اور بگاڑ پیدا ہو گیا اور وہ یہ تھا کہ اب لوگ حلالہ کرنے اور کروانے کی راہیں اختیار کرنے لگیں۔ جس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک اور آرڈیننس جاری کرنا پڑا جس میں آپ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں کے لیے "رجم" کی سزا کا اعلان کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آرڈیننس کے ماتحت کسی محلل یا محلل لہ کو رجم کیا بھی تھا یا نہیں تاہم یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ حلالہ والا آرڈیننس تطلیق ثلاثہ والے آرڈیننس کا ہی تتمہ یا دوسرا رخ تھا۔"

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جوڑے بچھاڑ، گھر اُجاڑ اور بچے ویران کر دیئے!!!

ابو الاقبال سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے جس عمل کو روکنے کے لیے یہ حکم نافذ کیا تھا۔ اس میں تو کامیاب نہ ہو سکے بلکہ اس سے دوسری خرابیاں پیدا ہو گئیں جوڑے بچھڑ گئے، گھر اجڑ گئے، بچے ویران ہو گئے جیسا کہ اس قسم کی صورت حال میں آج کل بھی ہو رہا ہے۔"

(مذہب حنفی کا دینِ اسلام سے اختلاف صفحہ ۸۸)

کفر کا فتویٰ!!!

مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب اِس مسئلہ طلاق میں ہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی طرف لوٹیں یا حضرت عمرؓ کی سنت کی طرف۔ جب تقابل ہوا اور آپ یہ کہیں کہ سنت محمدی کو چھوڑ کر سنت عمرؓ کی طرف لوٹیں گے تو یہ کفر ہے۔"

(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۰۲)

احادیثِ نبویہ سے ثابت ہے کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس کا

غیر مقلدین کے اکثری گروہ کا اتفاق ہے۔ ہماری اسی کتاب کا باب ''غیر شرعی / بدعی طلاق کا وقوع'' دیکھئے۔

جب کہ غیر مقلدین کا دوسرا گروہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو واقع نہیں مانتا ہے تو آپ کا یہ فتوی اُن پر چسپاں ہو گا؟

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کا فتوی یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ (فتاوی ثنائیہ جلد دوم) بتایا جائے کہ کفر کا فتوی اُن پہ بھی لگے گا یا نہیں؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تعزیز درست نہ تھی!

غیر مقلدین نے تین طلاق کو تین کہنے والے ائمہ کرام اور صحابہ کرام کے متعلق دعوی کیا کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں فتوی دیا اور جب بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آئی تو کہہ دیا ان کا فتوی تعزیری تھا اور جب معاملہ ان کی تعزیر تک پہنچا تو اگلا فیصلہ سنا دیا کہ ان کی طرف سے تعزیر کا فیصلہ درست نہ تھا۔

چنانچہ خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھا:

''حضرت عمرؓ کی... تعزیر اس مقام پر نادرست تھی۔''

(تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۷۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ''ناکام تجربہ'' کی نسبت!

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد ''ناکام تجربہ'' عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرت عمرؓ نے اُس کے برعکس اگر تعزیر لگائی تھی تو وہ وقتی تھی۔ اور ناکام بھی ثابت ہوئی۔ کیوں کہ آپ کا خیال تھا اس طرح لوگ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے باز آ جائیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔''

(تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۷۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی دی ہوئی سہولت کا دروازہ بند کر دیا

خواجہ صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

''بلکہ نیک نیت لوگوں کے لیے بھی خدا کی دی ہوئی سہولت کا دروازہ بند ہو گیا۔''

(تین طلاقیں ایک ہوتی ہے صفحہ ۷۹)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا کامیاب نہ ہونا!

شیخ یحییٰ عارفی غیر مقلد نے خواجہ صاحب پر وارد اعتراض کو رفع کرنے کے لیے یوں لکھ دیا:

”حالاں کہ انہیں [سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (ناقل)] کا اس مسئلہ سے رجوع نقل کر کے ان کی رائے کا کامیاب نہ ہونا نقل کیا ہے۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۱۱)

اس عبارت میں خواجہ صاحب پر وارد اشکال کا جواب تو نہیں ہوا۔ البتہ ایک اضافی بات سامنے آگئی کہ عارفی صاحب کی عبارت کے پیشِ نظر خواجہ صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا کامیاب نہ ہونا بتایا ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ناراضگی میں فتویٰ دیا

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کے وقوع والے فتوے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”یہ روایت اگر صحیح ہو تو الفاظ کے تیور بتلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ناراضگی کا ایک دلچسپ اظہار ہے۔“

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۹۸)

فاروقی فیصلے شرعی احکام نہیں!

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”یہ فاروقی فیصلے شرعی احکام نہیں ہیں۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۹۶، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شرعی معاملات میں دخل دیا

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”طلاق فی نفسہ ایک مباح فعل ہے اگرچہ وہ لوگ کثرت سے طلاقیں دے رہے تھے۔ اور اس سے ایک بہت بڑا فتنہ شروع ہو گیا، اور امیر المومنین نے ان کی تنبیہ کے لیے یہ قدم اُٹھایا، تاہم آپ نے اس پر بھی اس طرح ندامت کا اظہار کیا کہ جو چیز ایک مباح تھی، اگرچہ وہ

شرارت کا سبب بن گئی، تاہم مجھے یہ حق نہیں تھا کہ ایسا قدم اُٹھاؤں جس سے ایک مباح چیز جس کی اللہ نے رخصت دی ہے، وہ ممنوع ہو جائے۔ امیر المؤمنین تو شرعی معاملات میں اپنے دخل دینے سے اس قدر خائف تھے۔ اگرچہ اس میں افادیت کے کئی پہلو موجود بھی ہوں پھر بھی ایسے قدم کا اُٹھانے پر نادم ہو جاتے تھے۔ پھر جب خود فیصلہ کرنے والا اپنے فیصلے پر نادم ہے تو پھر اس کا سہارا لے کر ایک صریح اور واضح حکم کو جو کہ حدیث میں مذکور ہو اس کے خلاف مذہب بنانا کسی طرح جائز نہیں۔"

(شرعی طلاق صفحہ ۱۵)

راشدی صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تین طلاق کے نفاذ کو "شرعی معاملات میں دخل دینے" سے تعبیر کیا، البتہ وہ اس پر نادم ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ تو شرعی معاملات میں دخل دیا اور نہ ہی تین طلاقوں کو تین قرار دینے کے مسئلہ پر ان کا نادم ہونا ثابت ہے۔ ندامت والی روایت اول تو اس بابت صریح نہیں، دوسرا یہ اعتراف آلِ غیر مقلدیت ضعیف و غیر ثابت ہے۔ حوالہ جات ہماری اس کتاب کے **باب:۱۵** غیر مقلدین کے چند مزید شبہات کا ازالہ کے تحت منقول ہیں۔

باقی رہا راشدی صاحب کا تین طلاق کے ایک ہونے کو "صریح اور واضح حکم" کہنا اس کی حقیقت بندہ نے خود غیر مقلدین کی زبانی باب ۱۲: غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل میں تحریر کر دی ہے۔

مصلحت کو شریعت پر ترجیح دینے کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر الزام!

فرقہ غیر مقلدین کے ایک مقتدر عالم لکھتے ہیں:

"ایک مجلس میں اگر کسی نے تین طلاق دے دی تو اسے ایک ہی طلاق تصور کریں گے جہاں تک حضرت عمر فاروق کے اختیار کردہ طریق کا تعلق ہے تو انہوں نے بطورِ تعزیر ایک آرڈیننس جاری کر کے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے تین طلاق اپنی بیوی کو بیک وقت دے دی تو تین طلاق کا اطلاق ہو جائے گا، خلیفہ ثانی نے نص شرعی پر مصلحت شرعی کو ترجیح دی تھی۔ ویسے حضرت عمر فاروق کے اس طریق کار کو اس وقت کے عام مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا، صرف تیرہ افراد نے اس کو تسلیم کیا تھا، اور وہ سبھی خلیفہ وقت کے گورنر تھے۔"

(روزنامہ ”اخبار مشرق“ کلکتہ، ۱۶/ ستمبر ۱۹۹۳ء بحوالہ طلاق ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۷۲، تصنیف حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اس قدر جرأت!!

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے مسئلہ طلاق ثلاثہ میں اپنے ایک عالم کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

”یہ نہ سوچا کہ اگر حضرات شیعہ کسی وقت آپ کا یہ پرچہ پیش کر کے سوال کو پلٹ کر یوں کہہ دیں کہ آپ کے خلیفہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل ڈالا، سنت صدیقی کے بھی خلاف کیا اور خود بھی دو تین سال تک اسی سنتِ مستمرہ پر عمل کرتے رہے، پھر اپنے بھی خلاف کیا اور ان زمانوں میں جس قدر صحابہ تھے ان سب کے خلاف کیا گویا خلافِ قرآن کیا، خلافِ حدیثِ کیا اور خلافِ اجماع صحابہ کیا، ان تین دلیلوں کے بعد آپ کے پاس کون سی دلیل تھی جس سے آپ کو ان کے خلاف کرنا جائز ہوا یا تو دلیل لائیے یا خلیفہ کی مداخلت فی الدین اور معاذ اللہ تحریف و تبدیل دین مانئے۔ تو اس کے جواب میں کیا کہہ سکیں گے؟ اللہ اکبر اہلِ سنت و اہلِ حدیث ہو کر اور خلافت فاروقی کو حق مان کر اس قدر جرأت اعاذنا اللہ منھا۔“

(اخبار اہلِ حدیث، ۱۵/ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ طلاق ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۷۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پہ سنت بدلنے کا الزام!

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کی تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”حضرت عمرؓ کی نسبت یہ تصوّر دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بدل دیا ڈالا، بہت بڑی جرأت ہے واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہو گئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفہ رسول اللہ کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اس قدر جری تھا استغفر اللہ استغفر اللہ۔“

(اخبار اہلِ حدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۹۸)

صحابہ وتابعین پر گھناؤنے الزامات

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا پس منظر“ عنوان قائم کر کے لکھا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ فتوحات کا دَور تھا۔ قیصر و کسری کی حکومتیں تیزی سے زیر فرمان ہو رہی تھیں اور عرب میں ایک سے زیادہ شادی کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے بھی امکانی حد تک انصاف کر سکنے کی صورت میں چار شادیوں کی اجازت بخشی ہے۔ تعلقات کی وسعت اور تقاضائے بشریت سے بعض شادی شدہ لوگ عجمی عورتوں سے شادی رچانے کے خواہش مند ہوتے تو وہ انہیں کہتے شرط یہ ہے پہلی بیوی کو طلاق دو تب ہم تمہارے حرم میں آئیں گی۔ تو وہ ان کی دلجوئی کے لئے تین طلاقیں ایک دفعہ دے ڈالتے تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ اُن کا پہلی بیوی سے بالکل قطع تعلق ہو گیا ہے۔''

(تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۴۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو لوگ تھے وہ صحابہ کرام تھے یا تابعین۔ خواجہ صاحب نے ان کے متعلق درج ذیل باتیں لکھیں۔

۱......وہ شادی رچانے کے خواہش مند تھے۔ اور عجمی عورتوں سے شادی رچانے کے لئے پہلی بیوی یا بیویوں کو طلاق دے دیتے تھے۔ جب کہ دوسری شادی کی خاطر بلاوجہ پہلی بیوی کو طلاق دینا شرعاً ممنوع ہے۔ گویا وہ لوگ (صحابہ و تابعین) بقول خواجہ ممنوع کا ارتکاب کرتے تھے۔

۲......تب عورتیں بھی مطالبہ کیا کرتی تھیں کہ پہلی بیوی کو طلاق دو گے، تب ہم شادی کے لئے تیار ہوں گی۔ حالاں کہ سوکن بننے والی عورت کو تعلیم ہے کہ وہ اپنی سوکن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے مگر خواجہ صاحب کے بقول تب عورتیں اس حکم شرعی کو پامال کر دیتیں۔

خواجہ قاسم سمیت غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ تقلید چوتھی صدی میں پیدا ہوئی، اس سے پہلے سب لوگ غیر مقلد تھے۔ ہمیں اس دعوی سے اتفاق نہیں مگر غیر مقلدین کے دعوی کے پیشِ نظر سوال ہے کہ شادیاں رچانے کی خاطر بلاوجہ پہلی بیوی کو طلاق دینے والے مسلکاً کون لوگ تھے؟ اور شادی کے لئے سوکن کی طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورتیں کس مسلک کی تھیں؟ اُن کا یہ طریقہ کار حدیث پر عمل ہے یا اس کی مخالفت؟

۳......خواجہ صاحب نے لکھا:

''وہ ان کی دلجوئی کے لئے تین طلاقیں ایک دفعہ دے ڈالتے تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ اُن کا پہلی بیوی سے بالکل قطع تعلق ہو گیا ہے۔''

ایک ساتھ تین طلاقیں دینا شرعاً ممنوع ہے مگر خواجہ صاحب کے بقول وہ لوگ (صحابہ و تابعین) دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کو تین طلاقیں دے دیا کرتے تھے۔

خواجہ صاحب کی مذکورہ عبارت میں اعتراف ہے کہ زمانۂ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد سمجھتے تھے کہ "اُن کا پہلی بیوی سے بالکل قطع تعلق ہو گیا ہے۔"یعنی وہ لوگ تین طلاقوں کو تین باور کرتے۔ اور عورت والے بھی تین کو تین سمجھ کر پہلی بیوی سے نکاح کو بالکلیہ ختم جانتے تھے۔ حاصل یہ کہ اِس عبارت میں اعتراف ہے کہ دورِ عمری میں لوگ اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے۔ یہ صرف اکیلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف نہیں بلکہ دوسرے حضرات: صحابہ و تابعین بھی یہی نظریہ رکھتے تھے۔

صحابہ و تابعین اپنی بیویوں کو اکثر اوقات تنگ کرتے اور نوبت طلاق کی آجاتی

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا پس منظر" عنوان قائم کر کے جو کچھ لکھا، اس کا کچھ حصہ اوپر منقول ہے۔ باقی درج ذیل ہے۔

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

"طلاق تک نوبت نہ بھی پہنچتی تو بھی نئی بیویوں سے ترجیحی سلوک روا رکھا جانے لگا اور پہلی بیویوں سے خاص اُنس اور لگاؤ نہ رہتا بلکہ اکثر اوقات انہیں تنگ کیا جاتا اور پھر اخیر بات آکر طلاق پر ہی منتج ہوتی۔ اور یہ ایک عام رواج چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا جو معمول طریقہ مقرر فرمایا ہے لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چٹا چٹ تین طلاقیں دے ڈالتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں کو ظالم خاوندوں سے چھڑانے نیز جلد باز خاوندوں کو اُن کی عجلت پسندی اور دین سے یلعب کی سزا دینے کے لئے اس طرح دی ہوئی تین طلاق کو ایک قرار دے دیا۔ کیوں کہ آپ کو علم تھا اللہ تعالیٰ نے جو تیسری طلاق کو آخری طلاق قرار دیا ہے اور اس کے بعد بیوی سے شادی کی اجازت نہیں دی، تاوقتیکہ وہ عورت کہیں دوسری جگہ شادی کر لے۔ پھر اس کا موجود خاوند فوت ہو جائے یا اتفاقاً طلاق ہو جائے۔ سراسر عقوبت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں اضافہ کر دیا کہ یک بار تین طلاق دینے والوں کو بھی یہ سزا ضرور ملنا چاہیے۔ اور یہ سزا اس مصلحت کے زیر اثر دی گئی کہ لوگوں میں اکٹھی تین دینے (کا) جو رجحان بڑھ رہا ہے کسی طرح

ختم ہو جائے اور وہ اس طرح طلاق دینے سے قبل اچھی طرح سوچ لیں، کہ اپنی بیوی کو دوبارہ لوٹانے کے لئے کیا اس کی غیرت وحمیت حلالہ کو برداشت کرے۔"

(تین طلاقیں ایک مجلس کی ایک ہوتی ہے صفحہ ۴۸)

خواجہ صاحب کی اس عبارت میں کہا گیا:

ا......اس دَور کے لوگ دوسری بیوی کو پہلی پر ترجیح دیتے۔ بالفاظِ دیگر بیویوں کے درمیان انصاف نہیں کیا کرتے تھے۔

۲......ناانصافی کرتے ہوئے پہلی بیوی کو تنگ کیا کرتے تھے۔

۳......پہلی بیوی کو تنگ کرنے کا معاملہ اس قدر بڑھتا کہ طلاق تک نوبت جا پہنچتی۔

۴......پہلی بیوی کو تنگ کر کے طلاق دینے کا عام رواج چل پڑا تھا۔

۵......وہ لوگ عجمی عورتوں سے شادی رچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریقہ طلاق کی پرواہ کئے بغیر پہلی بیوی کو چٹاچٹ تین طلاقیں دے ڈالتے تھے۔

۶......اس زمانہ کے شوہر ظالم، جلد باز اور دین سے کھیل کھیلنے والے تھے۔

تنبیہ: چوں کہ غیر مقلدین کے ہاں تقلید چوتھی صدی میں ایجاد ہوئی اس لئے ان کے دعوی کی رُو سے مذکورہ بالا سب لوگ "غیر مقلدین" کہلائے جانے کے حق دار ہیں۔

خواجہ صاحب کی تحریر آپ نے پڑھ لی، اَب شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد کی عبارت بھی پڑھتے چلیں۔ وہ اس بات کی یوں تردید کرتے ہیں:

"یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اس دَور کے لوگ صرف ایک ہی شادی پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے یہاں ایک سے زائد شادی کا عام رواج تھا، لہذا دوسری شادی کے لئے انہیں اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔"

(احکام طلاق صفحہ ۵۳۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

"ہم فاروقی نہیں" غیر مقلدین کا دعوی!

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر حضرت عمر نے یہ فتویٰ ابد الاباد کے لیے شرعی طور پر ہی دیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ اور ہم اسے کیوں مانیں، ہم فاروقی تو نہیں ہیں ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے۔"

(نکاح محمدی بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۵۲)

جوناگڑھی صاحب نے تو بہ اعتراف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے۔ ذرا یہ بتانے کی زحمت فرمالیتے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کس کا کلمہ پڑھا جو اُنہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو نافذ کر دیا تھا۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم ظاہری اور محدثین کرام تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں تو انہوں نے کس کا کلمہ پڑھا ہوا تھا؟

غیر مقلدین مسئلہ تین طلاق کو بیان کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم "فاروقی" نہیں مگر اُن کے کئی غیر مقلد ایسے بھی ہیں جن کے ناموں کے آخر میں "فاروقی" کا لاحقہ ملتا ہے۔ ہماری تحصیل احمد پور شرقیہ میں بھی ایسے افراد موجود ہیں۔

نیز جوناگڑھی کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں، فاروقی نہیں۔ عرض ہے کہ فاروقی نسبت تو پھر بھی صحابی رسول اور خلیفہ راشد کی طرف ہے۔ اب تو غیر مقلدین سلفی کہلوا رہے ہیں جو کہ بقول اُن کے صحابہ اور غیر صحابہ کی طرف نسبت ہے۔

ابو حماد عبد الغفار سلفی غیر مقلد نے اہلِ حدیث کے متعلق لکھا:

"ان کا دوسرا نام "سلفی" ہے۔ یہ سلف صالحین کی طرف منسوب ہیں اور سلف صالحین سے مراد صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین ہیں۔"

(اہلِ حدیث کا تعارف صفحہ ۹، جمعیت شبان اہلِ حدیث شنکر نگر)

غیر مقلدین نے جس طرح صحابہ کرام کو اپنے خلاف پا کر انہیں تنقید کا نشانہ بنایا، اسی طرح ائمہ کرام اور علمائے امت پر بھی طعن و تشنیع کے تیشے چلائے ہیں۔ ثبوت ملاحظہ ہوں۔

ائمہ اربعہ پر شریعت بنانے کا الزام!

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہ [علیہم (ناقل)] کے اکثریتی اجتہاد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس تعزیری قانون کو ایک شرعی مسئلہ بنادیا اور تقلید کی روش نے اسے شہرت دوام عطا کی۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل صفحہ ۹۷)

اس عبارت میں ائمہ اربعہ: امام ابو حنیفہ، امام امالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ پر شریعت بنانے کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ غیر مقلدین اپنی تحریروں میں ائمہ اربعہ بالخصوص آخری تین کو "اہل حدیث" کہا کرتے ہیں۔ تو اَب سوال یہ ہے کہ کیا اہلِ حدیثوں نے تعزیری فتویٰ کو شرعی مسئلہ بنادیا یعنی انہوں نے شریعت سازی کی؟

"بے اَدب ہونے" کا فتویٰ!

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مسلم کے متعلق لکھا:

"کوئی نہایت ہی بے ادب آدمی اس حدیث پر شک کر سکتا ہے۔"

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۲)

غیر مقلدین کے "بیہقی وقت" مولانا شرف الدین دہلوی نے اس حدیث کو ناقابلِ عمل قرار دیتے ہوئے لکھا:

"محدثین نے اس میں کلام کیا ہے جس کی تفصیل شرح مسلم امام نووی، فتح الباری وغیرہ میں ہے خصوصاً میری کتاب "کتاب الطلاق" ملاحظہ ہو۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۶)

خواجہ صاحب کے الفاظ "بے ادب" کی زَد میں محدثین آرہے ہیں بلکہ ان کے اپنے "مزعوم بیہقی وقت" بھی اس سے نہیں بچ سکتے۔

علمائے اہلِ سنت کی بیویوں کو طلاق یافتہ قرار دینے کی جسارت!

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے درج ذیل روایت نقل کی:

"ایک آدمی حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں فرمایا تین سے وہ حرام ہو گئی"

پھر اس پر خواجہ صاحب نے یوں تبصرہ کیا:

"مجھ ناچیز کی تو یہ رائے ہے جو باقی بچیں وہ بھی کیوں ضائع جانے دی جائیں۔ یہ ان علمائے کرام کی ازواج پر پڑ جانی چاہئیں جو اس زمانے میں اکٹھی تین طلاق کے نفاذ کا علم سنبھالے ہوئے ہیں کہ اس عائلی خدمت کے صلہ میں انہیں اس قسم کے اعزاز و اکرام کا مستحق ضرور سمجھا جانا چاہیے۔"

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۹۸)

خواجہ صاحب کی یہ بات حدیثوں کے خلاف ہے، اس لئے کہ احادیث کی رُو سے طلاق کا اختیار شوہر کو ہے اور وہ بھی اپنی بیوی کو۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ آدمی اس عورت کو طلاق نہیں دے سکتا جو اِس کے نکاح میں نہیں ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۸۷، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

مگر خواجہ صاحب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں طلاق دینے والے مرد کی طلاقیں اس موجودہ صدی کے علماء کی بیویوں پر تقسیم کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ خواجہ صاحب کی اس حسرت کے مطابق مولانا شرف الدین دہلوی اور شیخ زبیر علی زئی وغیرہ اُن غیر مقلدین کی بیویاں بھی طلاق یافتہ بنتی ہیں جنہوں نے اہل سنت والجماعت کی طرح ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے کا موقف اختیار کیا۔

یہاں خواجہ صاحب کے ہم نواؤں سے سوال بجا ہے کہ اس صدی کے علماء کی بیویوں پہ طلاقیں تقسیم کرنے کی تخصیص کس دلیل سے ہے؟ زمانہ سابق کے محدثین کو مستثنیٰ کس بنیاد پہ کیا ہے؟ خواجہ صاحب نے اپنی اسی کتاب میں اعتراف کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانتے تھے تو اُن کے متعلق کیا حکم ہے؟

تین کو تین کہنے والوں نے قرآن کو خالی الذہن ہو کر نہیں پڑھا!!!

شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت اہلِ حدیث بمبئی) لکھتے ہیں:

”فقہی موشگافیوں اور مسلکی گروہ بندیوں سے الگ ہو کر قرآن کو خالی ذہن کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک رجعی ہونے کا مفہوم سب کے قلب و دماغ پر بآسانی ثبت ہو جائے گا۔“

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۸۹، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

یاد رہے کہ تین کو تین کہنے والے صحابہ کرام سے لے کر سات صدیوں کے علماء، فقہاء اور محدثین ہیں، جیسا کہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے فتاوی ثنائیہ جلد دوم میں کہا ہے۔ ان سات صدیوں کے محدثین میں امام بخاری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری کا موقف بھی تین کو تین قرار دینے کا ہے۔

پھر بعد کی صدیوں کے علمائے امت نے بھی یہی نظریہ اختیار کیا۔ غیر مقلدین میں سے مولانا شرف الدین دہلوی اور شیخ زبیر علی زئی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ ندوی صاحب کی اس عبارت کے مطابق بہ شمول امام بخاری اور ابن حزم یہ سب شخصیات فقہی موشگافیوں اور مسلکی گروہ بندیوں میں اس قدر جکڑے ہوئے تھے کہ خالی الذہن ہو کر قرآن کو نہیں پڑھا۔

نبی اور صحابی میں تقابل کا انداز!

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”میں کہتا ہوں، مسلمانو! اَب تم کو اختیار ہے خواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوے پر عمل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث چھوڑ دو، خواہ حدیث پر عمل کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتوی کا کچھ خیال نہ کرو۔“

(شرح بخاری داود راز: ۷/۳۳)

غیر مقلدین پہلے ائمہ اربعہ خاص کر سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مد مقابل ٹھہرایا کرتے تھے اور اَب نبی اور خلیفہ راشد کا تقابل پیش کر دیا۔ حالاں کہ خلیفہ راشد کا موقف حدیث نبوی کے نہ صرف خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

سوء فہم اور دجل کی نسبت!

مولانا امین محمدی غیر مقلد کہتے ہیں

”حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ حدیث کو منسوخ قرار دینے والوں کا سوء فہم اور دجل دیکھئے۔“

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۸۴)

حالاں کہ اس حدیث کو منسوخ کہنے والے بڑے بڑے محدثین ہیں جیسا کہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اعتراف کیا۔

دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”امام حازمی نے ابن عباس سے مسلم کی اس حدیث منسوخ بتایا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بھی اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الآیۃ کے تحت ابن عباس سے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے راوی ہے، دوسری حدیث نقل کی ہے جو سنن ابو داود میں باب نَسْخُ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيْقَاتِ الثَّلَاثِ بسند خود نقل کی۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ فَهُوَ اَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا وَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَنَسَخَ ذٰلِكَ فَقَالَ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ انتھی (عون المعبود ص ۲۲۵ ج ۲) امام نسائی نے بھی اسی طرح ص ۱۰۱ جلد ۲ میں باب منعقد کیا ہے، اور ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح اور حجت ہے جب ہی تو لائے ہیں، اور باب منعقد کیا ہے، اور ابن کثیر نے بھی سند ابی داود و نسائی و ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریری و تفسیر عبد الحمید و مستدرک حاکم وَقَالَ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ، وَالتِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا وَّ مُسْنَدًا نقل کر کے کہا ہے کہ ابن جریر نے ابن عباسؓ کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بتا کر اسی کو پسند کیا ہے، یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے، وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۷)

محمدی صاحب! حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو منسوخ کہنے والے محدثین اور اپنی جماعت کے ”بیہقی وقت“ شرف الدین دہلوی کے متعلق کیا حکم لگائیں گے؟ وہ سوء فہم اور دجل والے ہیں؟

علمائے اُمت مضطرب ہیں اور اضطراب کی تعریف سے ناواقف!

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم کی حدیث کو مضطرب کہنے والا بذات خود مضطرب ہے۔ جو اضطراب کی تعریف سے واقف ہے وہ کبھی بھی جھنگوی کی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۴۲)

حالاں کہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کی تصریح کے مطابق کئی علماء نے اس حدیث میں اضطراب بتایا ہے۔ چنانچہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس میں اضطراب بھی بتایا ہے، تفصیل شرح صحیح مسلم نووی، فتح الباری وغیرہ مطولات میں ہے۔“

(فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

بد نصیب اور بغض صحابہ والا کا کہنا!

شیخ یحی عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جن لوگوں (احناف) نے قدیم اجماع اور اجتہاد عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی ایک الگ رائے قائم کی ہے۔ ان بد نصیبوں نے صحابہ کے خلاف بغض کا ثبوت فراہم کیا ہے۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۴۲)

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر کوئی اجماع نہیں، نہ ہی اس مسئلہ میں احناف نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی مخالفت کی۔ پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ تین طلاق کو ایک کہنے والے صرف احناف ہی نہیں بلکہ چاروں مسالک بلکہ انگریز دَور سے پہلے کی قریباً پوری اُمت ہے۔ بعد میں غیر مقلدین کے ”بیہقی وقت“ مولانا شرف الدین دہلوی اور ان کے ”محدث العصر“ شیخ زبیر علی زئی نے بھی تین کو تین مانا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۶ تا ۲۲۰، حاشیہ: جز حمیری: ۷/۳ تحت حدیث: ۴۳)

کیا مولانا شرف الدین دہلوی اور شیخ زبیر علی زئی سمیت سب ”بد نصیب اور بغض صحابہ والے“ ہیں۔ بد نصیب اور بغض صحابہ والے طعن سے اپنی جماعت کے ”بیہقی وقت“ اور غیر مقلدیت کے ”محدث العصر“ کو کیسے بچائیں گے؟

محدثین کے کردار کو ”سیاہ ترین“ کہنے کی پھبتی

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم میں موجود عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مشہور حدیث جو تین طلاقوں

کے مسئلے میں باجماع محدثین صحیح اور محکم ہے اور اپنے مفہوم میں بہت واضح اور فیصلہ کن ہے، اس کے باوجود بھی اس حدیث کو رَد کرنے کے لئے تقلیدی حضرات نے جو کرم فرمائیاں کی ہیں، وہ اسلام کی فقہی تاریخ کا ایک سیاہ ترین باب ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۴، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

اگلے صفحہ پہ لکھا:

"صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث پر تقلیدی مذاہب نے بہت بے دردی سے جرح کی ہے اور اس پر انتہائی فضول، لایعنی اور غیر اصولی اعتراضات کر کے اپنے اپنے حلقوں کو تسلی دینے کی کوشش کی ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۵، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

یہاں سنابلی صاحب نے حدیث ابن عباس مذکور کو باجماع محدثین "صحیح اور محکم" کہا ہے۔ جب کے اسی کتاب میں آگے محدثین کی عبارتیں نقل کیں کہ یہ حدیث صحیح بھی نہیں اور محکم بھی نہیں۔ پھر بزعم خود اس کا جواب لکھا۔

مزید یہ کہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۸ تا ۲۲۱ میں تفصیلی بحث کر کے بتایا ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ ہی محکم۔

سنابلی صاحب نے یہاں اس حدیث کو غیر صحیح اور غیر محکم کہنے والوں اور بے دردی سے جرح کرنے، فضول ولایعنی اور غیر اصولی اعتراضات کرنے والوں کے نام ذِکر نہیں کئے۔ مگر جب اِس حدیث پر بحث کی تو وہاں اُن کے نام درج کئے ہیں۔ دیکھتے ہیں وہ کون لوگ ہیں جن کا کردار سنابلی کے بقول "سیاہ ترین" ہے اور انہوں نے حدیث پر بے دردی سے جرح کی اور فضول، لایعنی اور غیر اصولی اعتراضات داغے۔

۱۔ سنابلی صاحب نے لکھا:

"امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸) فرماتے ہیں: وهذا الحديث احد ما اختلف فيه البخاری و مسلم فاخرجه مسلم و تركه البخاری واظنه انما تركه لمخالفته سائر الروايات عن ابن عباس۔ السنن الكبری

للبیھقی ، ط الھند (۳۳۶/۷) یہ ان احادیث میں سے ہے جس کو روایت کرنے میں بخاری و مسلم نے اختلاف کیا ہے، مسلم نے اسے روایت کیا اور بخاری نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اور میرا گمان ہے کہ بخاری نے اس کی روایت اس لئے ترک کی کہ یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دیگر روایات کے خلاف ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۶۹، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

آگے لکھا:

"رہا امام بیہقی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ [کتاب میں "رحمہ اللہ" ہی لکھا ہوا ہے۔(ناقل)] سے مروی دیگر احادیث کے خلاف ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۲۷۱، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب نے حدیث رکانہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہاں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مخالف فتوے کے لئے ان کے آٹھ شاگردوں کا حوالہ دیا ہے... دراَصل امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہی اعتراض صحیح مسلم والی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر بھی کیا ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۹۶، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ابو جعفر النحاس النحوی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۳۸ھ) نے کہا: "وطاؤس وان کان رجلا صالحا فعنده عن ابن عباس مناكير يخالف عليها ولا يقبلها اهل العلم، منها انه روى عن ابن عباس انه قال فى رجل قال لامرأته انت طالق ثلاثا انما يلزمه واحدة۔ [الناسخ و المنسوخ للنحاس۔(ص:۲۳۰)] طاؤس اگرچہ نیک آدمی تھے، لیکن ان کے پاس عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی منکر روایات تھیں، جن میں ان کی مخالفت کی جاتی ہے اور اہلِ علم اسے قبول نہیں کرتے، انہی میں سے وہ روایت بھی ہے جسے انہوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے بیان کیا کہ انہوں نے ایک شخص کے بارے میں کہا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی کہ یہ ایک ہی طلاق ہو گی۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۰۱، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ابو العباس احمد بن عمر القرطبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۵۶ھ) نے کہا: "وقد اضطرب فيه طاؤس فمرة رواه عن ابى الصهباء، ومرة عن ابن عباس نفسه۔[المفهم للقرطبى (۴/۲۴۱)] اس میں طاؤس سے اضطراب ہوا ہے، انہوں نے کبھی ابو الصہباء سے روایت کیا اور کبھی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۰۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

آگے لکھا:

"ابو العباس القرطبی نے زیر بحث روایت کی سند پر جو اعتراض کیا تھا...۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۱۸، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"ابو الصہباء کے رشتہ ولاء پر اعتراض: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے موالی میں ابو الصہباء نام کا شخص معروف نہیں ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۴۹ھ) کہتے ہیں: "ان ابا الصهباء الذى سال ابن عباس عن ذلك لا يعرف فى موالى ابن عباس" [شرح صحیح البخاری لابن بطال (۷/۳۹۲)] جس ابو الصہباء نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے موالی میں معروف نہیں ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۱۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے صحیح مسلم کی اس حدیث کے بارے میں بغیر کسی صحیح دلیل کے یہ کہا

ہے کہ یہ غیر مدخولہ کے لئے ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسحاق بن راہویہ اور زکریا الساجی شافعی وغیرہ کی طرف یہ بات منسوب کی ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۴۷،۳۴۶... ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

یہاں حاشیہ میں حوالہ یوں مذکور ہے:

"فتح الباری لابن الحجر ، ط المعرفة (۹ ,۳٦۳) ، وانظر: السنن الکبری للبیهقی ، ط الهند (۳۳۸/۷)"

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"متن میں نسخ کا دعوی: بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح مسلم والی حدیث منسوخ ہے۔ یہ اعتراض امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کرکے اس کی تائید کرنے کی کوشش کی ہے[فتح الباری لابن حجر ، ط المعرفة (۳٦۴/۹)،السنن الکبری للبیقهی ، ط الهند (۳۳۸/۷)]۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی نسخ کی بات کہی ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۲۹،۳۳۰... ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

طحاوی کا حوالہ حاشیہ میں یوں دیا گیا:

"دیکھیں: شرح معانی الاثار، ت النجار (۵٦/۳)"

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"تاکید والی طلاقِ ثلاثہ پر محمول کرنا: ابن حجر رحمہ اللہ ابن سریج شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فقال ابن سريج وغيره: يشبه ان يكون ورد فى تكرير اللفظ كان يقول : انت طالق انت طالق انت طالق ، وكانوا اولا على سلامة صدورهم يقبل منهم انهم ارادوا التاكيد فلما كثر الناس فى زمن عمر وكثر فيهم الخداع و نحوه مما يمنع قبول من ادعى التاكيد حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار فامضاه عليهم۔[فتح الباری لابن

حجر ، ط المعرفة (۳۶۴/۹)] ابن سریج وغیرہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس سلسلے میں وارد ہو کہ پہلے لوگ ایک طلاق دیتے وقت محض الفاظ کو دہراتے تھے اور یوں کہتے تھے: تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔ اور شروع میں ان کے دل صحیح وسالم تھے اس لئے ان کا یہ بیان قبول کر لیا جاتا تھا کہ انہوں نے محض تاکید کے ارادے سے طلاق کا لفظ دہرایا ہے، لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ چیز کثرت سے ہونے لگی اور لوگوں کے اندر دھوکے بازی وغیرہ بہت ہونے لگی تو یہ چیز ان کے دعوائے تاکید کو قبول کرنے سے مانع ہو گئی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے الفاظ کو ظاہری تکرار پر ہی محمول کیا اور ان کی طلاق کو ان پر نافذ کر دیا۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۸۰، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"مجرد خبر پر محمول کرنا: علامہ المازری المالکی (المتوفی: ۵۳۶) فرماتے ہیں:"واما قول ابن عباس : كان طلاق الثلاث واحدة على عهد النبى صلى الله عليه وسلم فقال بعض العلماء البغداديين : المراد به انه كان المعتاد فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم تطليقة واحدة وقد اعتاد الناس الآن التطليق بالثلاث فالمعنىٰ : كان الطلاق الموقع الآن ثلاثة يوقع بواحدة فيما قبل انكارا لخروجهم عن السنة ـ[المعلم :بفوائد مسلم(۱۹۲/۲)]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا: عہد نبوی میں تین طلاقیں... تو بعض بغدادی علماء اس سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ بتاتے ہیں کہ وہ یہ خبر دے رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں ایک طلاق دینے کا رواج تھا اور آج لوگوں میں تین طلاقیں دینا رائج ہو گیا، یعنی آج جس طلاق سے عورت کو الگ کیا جاتا ہے وہ تین طلاقیں ہیں جب کہ عہدِ نبوی میں ایک ہی طلاق سے عورت کو الگ کیا جاتا تھا، اس سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصود ان پر نکیر کرنا تھا کہ طلاق دینے میں سنت کے طریقے سے ہٹ گئے ہیں۔ اس تاویل کو

ابن العربی نے بہتر کہا ہے اور اسے ابو زرعہ الرازی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۸۴، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

سنابلی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض لوگ الزاماً متعہ والی یہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے عہد رسالت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں متعہ کیا، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دَور میں اس سے منع کر دیا تو اس کے بعد ہم نے دوبارہ متعہ نہیں کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ یہی معاملہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا بھی ہے۔[فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة :(۳۶۵۹)]۔"

(احکام طلاق صفحہ ۳۸۹، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

شیخ کفایت اللہ سنابلی کے نقل کردہ ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ بقول سنابلی جنہوں نے حدیث ابن عباس پر بے دردی سے جرح کرتے ہوئے فضول، لایعنی اور غیر اصولی اعتراضات جمائے اور تاریخ کا سیاہ ترین باب بن گئے۔ وہ درج ذیل محدثین کرام ہیں:

۱۔ امام بیہقی رحمہ اللہ۔

۲۔ امام ابو جعفر النحاس النحوی رحمہ اللہ۔

۳۔ امام قرطبی رحمہ اللہ

۴۔ امام ابن بطال رحمہ اللہ۔

۵۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ۔

۶۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ

۷۔ امام زکریا الساجی رحمہ اللہ۔

۸۔ امام شافعی رحمہ اللہ

۹۔ امام طحاوی رحمہ اللہ۔

۱۰۔ امام ابن سریج شافعی رحمہ اللہ۔

۱۱۔ علامہ المازری المالکی رحمہ اللہ۔

۱۲۔ امام ابن العربی رحمہ اللہ۔

۱۳۔ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ۔

سنابلی صاحب نے اپنے زعم کے مطابق حدیث ابن عباس پر بے دردی سے جرح کر کے سیاہ ترین کردار ادا کرنے والوں کے ناموں میں مذکورہ بالا محدثین کرام کے تو اسمائے گرامی تحریر کر دیئے مگر اپنی جماعت کے "بیہقی وقت" مولانا شرف الدین دہلوی کا تذکرہ نہیں کیا، حالاں کہ انہوں نے حدیث ابن عباس پر بحث کرتے ہوئے قریباً ایک درجن جواب تحریر کیے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۸ تا ۲۲۱)

سنابلی صاحب نے شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی عبارت "جزء علی بن محمد الحمیری صفحہ ۸، حاشیہ: ۴۳" سے نقل کر کے یوں ترجمہ کیا:

> "اسی مفہوم (یعنی بیک زبان تین طلاقیں دینے سے تین طلاقوں کے وقوع کا) فتوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور طلاقِ ثلاثہ کو واقع ماننے میں ان کا کوئی مخالف نہیں ملتا، لہٰذا یہ اجماعی بات ہے اور کتاب و سنت میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اِس کے خلاف ہو۔"
>
> (احکام طلاق صفحہ ۲۴۲، ناشر: ام القری پبلی کیشنز گوجرانوالہ، سن اشاعت: ۲۰۲۴ء)

قوسین کے الفاظ بھی سنابلی کے ہیں۔

سنابلی صاحب کے سخت ترین طعن کی زَد میں جہاں محدثین کرام آتے ہیں وہاں شیخ زبیر علی زئی بھی اس کا مورد ہیں۔

صحابہ، ائمہ، محدثین اور علماء کی طرف ظلم وتعدی کی نسبت!

مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "اکٹھی تین طلاقیں نافذ کر دینا ظلم و تعدی کا نفاذ ہے۔"
>
> (مقالاتِ ربانیہ صفحہ ۳۸۳)

غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ صحابہ، تابعین، ائمہ اور محدثین سمیت علمائے امت تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تو اس فیصلہ کو سرکاری سطح پہ نافذ کیا تھا۔ تو ان سب کی طرف "ظلم و

تعدی‘‘ کی نسبت ہوئی۔

ظلم کی انتہاء... عقل وفہم پر افسوس!

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’ظلم کی انتہاء: نہایت افسوس ہے ان علم کے دعوی داروں کی عقل و فہم پر کہ یہی بات جب ہم ان کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا تمہارے نزدیک بدعت حرام اور گناہ ہے تو یہ کہتے ہیں ٹھیک ہے، ایسی طلاقیں حرام، گناہ بلکہ بدعت ہیں، مگر ہو تینوں ہی جائیں گی۔ مثال یہ دیتے ہیں کہ جیسے حیض میں طلاق دینا منع ہے لیکن اگر کوئی دے دے تو ہو جاتی ہے۔‘‘

(احسن الابحاث صفحہ ۱۲)

لیکن یاد رہے کہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق اور دیگر بدعی طلاقوں کا وقوع اکثر غیر مقلدین بھی مانتے ہیں خود حکیم صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ ہماری اس کتاب کا **باب:۱۶** غیر شرعی ربدعی طلاق کا وقوع‘‘ دیکھئے۔

حکیم صاحب اپنی جماعت کے بزرگ مولانا شرف الدین دہلوی اور مصنف شیخ زبیر علی زئی کی بابت بتائیں کہ وہ ظلم وتعدی والے ہیں اُن کے بھی عقل و فہم پہ افسوس ہے؟

حدیثوں پر اعتراضات کرنے کا الزام!

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد نے تین طلاقوں کو ایک قرار دینے پر اپنے مزعومہ دلائل ذکر کیے تو اوپر عنوان ’’احادیث پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ‘‘ قائم کیا ہے۔

(احسن الابحاث صفحہ ۵۱)

محدثین سمیت علمائے امت نے مخالفین کے مزعومہ دلائل کا جواب دیتے ہوئے حدیث رکانہ کو ضعیف قرار دیا۔ اصول حدیث کی روشنی میں کسی حدیث کا ضعف بیان کرنا حدیث پر اعتراض نہیں۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ حدیث رکانہ کو تو خود کئی غیر مقلدین نے بھی ضعیف تسلیم کیا ہے۔ ہماری اس کتاب کے ’’باب: ۱۲ غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ‘‘ میں حدیث رکانہ کی بحث دیکھئے۔ تو کیا انہوں نے بھی حدیث پر اعتراض کیا ہے؟

حدیث مسلم سے مخالفین کا جو استدلال ہے علماء کرام اور محدثین نے اس استدلال کو مخدوش کہا ہے۔ اگر حدیث سے کسی نے کوئی استدلال کیا ہو، دلائل کی رُو سے اس استدلال کی کمزوری بیان کرنا یہ حدیث پر اعتراض نہیں۔ لہذا حکیم صاحب کا اس طرز عمل کو ”احادیث پر اعتراضات“ کا نام دینا محدثین سمیت ان سب علماء وفقہا اور ائمہ پر الزام ہے جنہوں نے حدیث رکانہ کو ضعیف کہا اور حدیث مسلم سے استدلال کو مخدوش قرار دیا۔

تین طلاقوں کے وقوع کو قرآن کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ کہنا!

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اور ان کا واقع ہو جانا تو قرآن سے ثابت ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے کیوں کہ جو بات قرآن سے ثابت ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر ناراض ہو سکتے ہیں ؟۔“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۴۸)

علمائے امت تین طلاقوں کے تین ہونے کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں خود غیر مقلدین کے ”بیہقی وقت“ مولانا شرف الدین دہلوی نے مسلم کی حدیث ابن عباس پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

”یہ حدیث بظاہرہ کتاب وسنت صحیحہ واجماع صحابہ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے، لہذا حجت نہیں ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

دہلوی صاحب کی عبارت کے پیشِ نظر تین طلاق کو تین کہنا کتاب وسنت، اجماع اور ائمہ محدثین کا مسلک ہے۔ تارڑ صاحب دہلوی صاحب کو ”جھوٹا“ کہنے کی ہمت رکھتے ہیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اکٹھی تین طلاقیں دینے پر ہے، نہ کہ ان کے واقع ہونے پر۔ لہذا ایک جگہ کی ناراضگی کو دوسری جگہ پر چسپاں نہ کریں۔

سراسر جہالت اور دجل فریب کا طعنہ!

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد نے صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس کے متعلق لکھا:

”یہ کہنا کہ اس میں ایک مجلس کا ذکر کہاں ہے ؟ سراسر جہالت ہے یا دجل وفریب ہے۔“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۴۹)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس کے متعلق لکھا:

"اس استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے۔ اول: یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۶)

سراسر جہالت اور دجل وفریب کا طعن دہلوی صاحب پر پڑتا ہے اور غیر مقلدین انہیں کیسے بچا پائیں گے ؟

شریعت کے ساتھ بدگمانی کا الزام!

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ کوئی عامی آدمی بھی جو محمدی ہو وہ اتنی بڑی بدگمانی شریعت محمدیہ کے ساتھ نہیں کر سکتا کہ حلال حرام جیسے اہم امر میں جو چیز منسوخ ہو گئی تھی۔ وہ برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی میں جاری رہی، پھر آپ کے بعد خلافت صدیقی میں بھی وہ بدستور جاری رہی، حرام فرج کو لوگ حلال سمجھتے رہے۔"

(نکاح محمدی صفحہ ۳۶ ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ نَهَانَا عُمَرُ، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر کے دَور میں متعہ کرتے رہے پھر عمر نے ہمیں منع کر دیا۔"

(صحیح مسلم مع شرح نووی صفحہ ۴۵۱)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا:

"پس جو جواب اس جابر کی متعہ النساء کے جواز وعدم کا جواب ہے وہی حدیث ابن عباس ؓ کا جواب ہے۔ اگر یہ جائز ہے تو پھر متعۃ النساء بھی جائز ہے وَلَا يَقُوْلُ بِهٖ الْمُحَدِّثُوْنَ۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۷)

عربی عبارت کا ترجمہ "حالاں کہ محدثین تو اس (متعہ) کے قائل نہیں۔" ہے

جوناگڑھی صاحب کے ہم نوا غیر مقلدین بتائیں کہ نکاح متعہ حلال وحرام کا مسئلہ نہیں؟ کیا حدیث مسلم

کے مطابق دورِ نبوی، صدیقی اور عمری میں اس پر عمل نہیں ہو تا رہا؟ کیا یہاں بھی شریعت پر بدگمانی کا الزام لگائیں گے؟

اجماع کا دعویٰ صریح جھوٹ، نرا دھوکہ، صاف فریب اور کھلا حیلہ ہے!

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''یہ قول کہ تین طلاقیں جو ایک ہی وقت ایک ساتھ دی جائیں وہ شرعاً تین ہو جاتی ہیں اس پر اجماع اور اتفاق ہے، محض غلط ہے، بالکل باطل ہے بلکہ صریح جھوٹ ہے، نرا دھوکہ ہے، صاف فریب ہے، کھلا حیلہ ہے اس سے لوگوں کو ہیبت زدہ کر کے اپنے ہاں کے ایک غلط مسئلہ کو رواج دینا انہیں منظور ہے''
>
> (نکاح محمدی صفحہ ۱۱۲، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

جونا گڑھی صاحب نے تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع کے دعویٰ کو ''باطل، صریح جھوٹ، نرا دھوکہ، صاف فریب اور کھلا حیلہ'' کہا ہے حالاں کہ بڑے بڑے محدثین بلکہ مولانا شرف الدین دہلوی، شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد، پروفیسر قاضی مقبول احمد غیر مقلد اور مولانا حنیف ندوی غیر مقلد نے بھی اسے اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہماری اس کتاب کے ''باب:۸، تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع کے حوالے'' میں منقول ہے۔ جونا گڑھی صاحب نام لئے بغیر ان سب کے اقوال کو باطل، جھوٹ، دھوکہ، فریب اور حیلہ قرار دے رہے ہیں۔

تین طلاقوں کا وقوع ماننے والوں کا طرز عمل تعسف اور ظلم ہے!

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''آج تک مقلدین نے جس قدر اس حدیث پر حملے کئے ہیں وہ تعسف سے خالی نہیں ہیں۔ چنانچہ امام شوکانی فقیہ ربانی نیل الاوطار جلد ۸ ص ۲۳۴ میں فرماتے ہیں: جو لوگ لگاتار اکٹھی تین طلاق واقع ہو جانے کے قائل ہیں وہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بہت سے جوابات پیش کرتے ہیں جو سب کے سب دائرہ ظلم میں داخل ہیں۔''
>
> (فتاویٰ حصاریہ: ۳۴۷/۶)

محدثین نے حدیث کی شروح میں جہاں دوسری حدیثوں کی وضاحت کی وہاں حدیث ابن عباس کی بابت

بھی بحث فرمائی اور شبہات کا ازالہ کیا۔ خود مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے فتاوی ثنائیہ میں اس حدیث سے استدلال کے قریباً ایک درجن جوابات دیئے ہیں۔ کیا وہ بھی مقلد ہیں؟ کیا انہوں نے بھی ظالمانہ فیصلہ کیا ہے؟ کیا ان کا طرز عمل بھی حدیث پر حملہ کہلائے گا؟

امام نووی اہلِ سنت میں سے نہیں

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد نے مسئلہ تین طلاق کی حدیث ابن عباس کے متعلق لکھا:

"ہمارے مخالفین اس پر بیسیوں اعتراضات کرتے ہیں اور بیسیوں تاویلیں کرتے ہیں جو سب مردود اور باطل ہیں۔ چنانچہ علامہ نووی جو طلاق ثلاثہ کے قائلین سے ہیں، اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ وھو معدود من الاحادیث المشکلۃ کہ یہ حدیث مشکل احادیث سے ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مشکل ان کے لیے ہے جو قید تقلید شخصی میں مقید ہیں اور جو اہلِ سنت اور پختہ اہلِ حدیث ہیں، وہ اس پر آمنا و صدقنا کہہ کر عمل درآمد کر رہے ہیں۔"

(فتاویٰ حصاریہ: ۶/۳۴۶)

حصاروی صاحب نے اس عبارت میں امام نووی رحمہ اللہ کو تقلید شخصی میں گرفتار اور اہلِ سنت سے خارج قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کو رد کرتے ہوئے مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے قریباً درجن بھر جواب دیئے ہیں ان کی بابت کیا حکم ہے؟ کیا وہ بھی اہل سنت اور اہلِ حدیث نہیں؟ انہوں نے آپ کی طرح آمنا و صدقنا کیوں نہیں کہا؟

وہ بیسیوں اعتراضات اور بیسیوں تاویلات کہاں ہیں؟ دہلوی صاحب کو ہاتھ لگتے تو وہ ان سب کو اپنی تحریر میں شامل کرتے وہ تو بس ایک درجن جواب ہی دے سکے۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ حصاروی صاحب کے مذکورہ دعوی "بیسیوں اعتراضات اور بیسیوں تاویلات" کو ثابت کریں۔ اور اعتراضات کرنے اور تاویلات کرنے والوں کی نشان دہی بھی کریں۔ پھر یہ بھی واضح کریں اُن معترضین و مؤولین میں محدثین بھی ہیں یا نہیں؟ جب کہ آپ لوگوں کا دعوی ہے کہ محدثین حدیثوں کا مطلب دوسروں کی بہ نسبت زیادہ سمجھتے ہیں اور یہ دعوی بھی ہے کہ محدثین کسی کی تقلید سے بے نیاز ہو کر محض قرآن وحدیث کی تعلیمات کا پرچار کیا کرتے تھے۔

تین طلاق کو واقع ماننے والے گمراہ اور سخت مجرم ہیں

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اَب جو شخص ان صریح دلائل کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے کسی کی تقلید کی وجہ سے یا اپنی نفسانیت یا مذہبی حمایت کے سبب سے ایک وقت کی تین طلاق کو تین ہی قرار دے کر عورت کو خاوند طلاق دہندہ پر قطعاً حرام سمجھے گا اور اس کو حق رجوع سے رد کر دے گا تو وہ گمراہ اور سخت مجرم ہے کیوں کہ اصول ہو یا فروع اختلاف کے وقت حق ایک طرف ہوتا ہے، سب کی طرف نہیں فماذا بعد الحق الا الضلال ۔“

(فتاویٰ حصاریہ:۳۴۸/۶)

ہماری اسی کتاب میں غیر مقلدین کی اعترافی عبارات موجود ہیں کہ صحابہ، تابعین، ائمہ محدثین اور فقہاء عظام وغیرہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ اور مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد اور شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کا بھی یہی نظریہ ہے۔ ان سب پر حصاروی صاحب کا یہ گھناؤنا الزام لگتا ہے۔

حصاروی صاحب کہہ رہے کہ حق ایک طرف ہوتا ہے۔ عرض ہے کہ صحابہ، تابعین اور محدثین تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور علامہ ابن حزم ظاہری کی بھی یہی تحقیق ہے۔ اور غیر مقلدین میں سے مولانا شرف الدین دہلوی اور شیخ زبیر علی زئی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ حصاروی صاحب کی اس عبارت کے مطابق یہ سب حق پر نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ حق کے مقابلے میں گمراہی ہی ہوتی ہے۔

محمدی سکہ چھوڑنے کا الزام!

مولانا محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتی ہیں اور اس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ثبت ہے۔ اس لئے ہماری مسلمان بھائیوں سے گذارش ہے کہ وہ فقہاء کی مہر کو چھوڑ کر مہر محمدی کو اختیار کریں اور فقہاء کے سکہ چھوڑ کر محمدی سکہ کو لازم پکڑیں۔“

(طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۲۹، طبع سوم جون/۲۰۱۱ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور)

ندوی صاحب کے بقول تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے محمدی سکہ کے بالمقابل فقہاء کے سکہ کو

تھامنے والے ہیں۔ جب کہ انہوں نے اپنے اس رسالہ میں یہ بھی لکھا:

”سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ... ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دینے کا سرکاری حکم جاری فرمایا... محض ان کے اخلاص، دینی غیرت اور ملی حمایت کے پیش نظر اس دَور کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی اکثریت نے خاموشی سے کام لیا۔“

(طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں صفحہ ۳۹، طبع سوم جون/۲۰۱۱ء، ناشر: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور)

ندوی صاحب کو اعتراف ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تین طلاقوں کے نفاذ کا ہے اور ان کے فیصلہ پہ اکثر صحابہ وتابعین نے سکوت کیا تو سوال یہ ہے کہ امت کے یہ بہترین لوگ محمدی سکہ کے بالمقابل فقہاء کے سکہ کو اپنائے ہوئے تھے؟

مزید یہ کہ محدثین کرام بھی تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے دو الگ الگ ابواب میں حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں۔ مزید یہ کہ غیر مقلدین کے ہاں اصلی فقہاء تو محدثین ہیں چنانچہ مولانا محمد داود ارشد غیر مقلد نے لکھا:

”اصل امت کے فقہاء ہی محدثین ہیں۔“

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۸۷، نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخ اشاعت: ۲۰۰۶ء)

اس اعتبار سے بھی اعتراض محدثین پر لوٹتا ہے کہ مسئلہ تین طلاق میں ان کے پاس محمدی سکہ کی بجائے کوئی اور متوازی سکہ ہے۔

(جاری)

مولانا عبد الجبار سلفی صاحب حفظہ اللہ

مولانا عطاء اللہ بندیالوی، خطابت یا فتنہ انگیزی کا علمبر دار

دینِ اسلام کا عَلَم ہمیشہ ایسے علماء اور بزرگانِ دین کے ہاتھوں بلند رہا ہے جنہوں نے اپنی بصیرت، تقویٰ، اور حکمت کے ذریعے امت کو علم و عمل کی روشنی دی۔ لیکن بد قسمتی سے ہر دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی جہالت، ضد، اور فتنہ انگیزی کے ذریعے نہ صرف دین کے اصولوں کو مجروح کیا بلکہ امت کے اتحاد کو بھی نقصان پہنچایا۔ مولانا عطاء اللہ بندیالوی کا شمار ایسے ہی افراد میں ہوتا ہے جن کی خطابت ایک تماشہ بن کر رہ گئی ہے۔

مولانا عطاء اللہ بندیالوی کی خطابت کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تقریروں میں ان ہستیوں کو نشانہ بنایا جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی خدمت اور امت کی رہنمائی کے لیے وقف کیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ العالی جیسے اکابر علماء، جن کی علمی اور روحانی خدمات کے چرچے دنیا بھر میں ہیں، مولانا بندیالوی کے طنز و طعن کے نشانے پر ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف ان بزرگوں کی توہین ہے بلکہ مولانا بندیالوی کی اپنی کم علمی اور تنگ نظری کا عکاس بھی ہے۔ ان کی تقریروں میں نہ دلائل کی روشنی ہے، نہ علم کی گہرائی، اور نہ ہی دین کے لیے کسی خیر کا جذبہ۔ یہ سب کچھ محض ان کی اپنی ذات کے گرد گھومتا ہے، جہاں حسد، ضد، اور تعصب نے ان کی سوچ کو جکڑ رکھا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ اجماعی نظریہ رہا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی اسلام کی روح ہے اور یزید کا کردار ایک ایسی مثال ہے جسے کبھی بھی دین کے اصولوں سے ہم آہنگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی پہ امت کا اجماع ہے۔ لیکن مولانا بندیالوی اپنی خطابت میں نہ صرف یزید کی مدح سرائی کرتے رہتے ہیں بلکہ امام عالی مقام کے عظیم مرتبے کو مشکوک بنانے کی ناروا کوشش بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ بات حیران کن ہے کہ ایک ایسا شخص جو خود کو دینی رہنما کہلاتا ہے، وہ کس طرح اس حد تک جا سکتا ہے کہ امت کے اجماعی نظریے کو چیلنج کرے؟ کیا یہ ان کی علمی کمی ہے یا پھر ان کی ضد اور عناد کا نتیجہ؟

مولانا عطاء اللہ بندیالوی کے علاوہ، اسی اشاعت التوحید گروہ کے ایک اور منہ پھٹ مقرر مولوی خضر حیات نے حال ہی میں اپنی جہالت اور گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کی توہین کی۔ اس نے **تَرمذی** جیسی بدبودار اصطلاح استعمال کی، جس میں **تر** کے تاء پر زبر ڈال کر اپنی کم ظرفی کا ثبوت دیا۔ یہ حرکت نہ صرف علمی بے مائیگی کی نشاندہی کرتی ہے بلکہ اس گروہ کی اخلاقی پستی کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ ان کی باتوں کو نظر انداز کیا جائے، کیونکہ ان کی زبانیں صرف نفرت اور تعصب کا زہر اگلنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی بدگوئیوں کو مکمل طور پر چھوڑ دیا جائے، بلکہ علمی اور اخلاقی میدان میں ان کا مؤثر جواب دینا ضروری ہے تاکہ امت ان کے شر سے محفوظ رہے۔

تیسری جانب، مولانا احمد سعید خان چتروڑ گڑھی کی اولاد کا رویہ بھی اسی فتنہ انگیزی کا تسلسل ہے۔ ان کی گفتگو اور حرکات و سکنات گالیوں اور نفرت کی پریکٹس سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ طرزِ عمل ایک ایسے گروہ کی نمائندگی کرتا ہے جو علم و حکمت سے کوسوں دور اور تعصب و بدکلامی میں مبتلا ہے۔ ان کی زبانوں سے گالیاں ایسے برستی ہیں جیسے یہ ان کے معمولات کا حصہ ہو۔

مولانا بندیالوی کے ماضی پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ سے شہرت اور قیادت کے خواہش مند رہے ہیں۔ ایک وقت تھا جب انہوں نے **دفاع صحابہ** کے نام سے تنظیم بنا کر اپنے لیڈر بننے کا خواب دیکھا۔ لیکن یہ خواب اس وقت خاک میں مل گیا جب مقتدر حلقوں نے ان کی حقیقت کو آشکار کر دیا۔ چند پیشیوں نے ہی ان کے بلند بانگ دعوؤں کی قلعی کھول دی، اور اس کے بعد انہوں نے کبھی اس موضوع پر بات نہیں کی۔ یہ واقعہ ان کی شخصیت کی اصل حقیقت کو بیان کرتا ہے: وہ ایک ایسے خطیب ہیں جو وقتی شہرت اور عوامی ہجوم کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں، لیکن ان کے پاس نہ کوئی علمی منصوبہ ہے اور نہ ہی دین کے لیے کوئی سنجیدہ خدمت کا عزم! مولانا بندیالوی کی خطابت ان کے اندر چھپے زہر اور تعصب کا مظہر ہے۔ ان کے الفاظ نہ صرف علم و حکمت سے خالی ہیں بلکہ ان کا مقصد امت کے اتحاد کو توڑنا اور نفرت کے بیج بونا ہے۔ ان کی گفتگو ایک ایسے شور کی مانند ہے جو سامعین کے دلوں کو زخمی کرتا ہے اور ان کے ذہنوں میں سوالات پیدا کرتا ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ مولانا بندیالوی جیسے افراد امت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ ان کی گفتگو میں نہ دین کا احترام ہے، نہ علماء کا ادب، اور نہ ہی امت کے مسائل کو حل کرنے کی کوئی نیت۔ ان کی تقریریں سن کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا مقصد

صرف اپنی انا کی تسکین اور دوسروں کی تحقیر ہے۔

احبابِ گرامی! مولانا بندیالوی جیسے افراد کی باتوں سے کبیدہ خاطر ہونے کے بجائے ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد اور محبت کو فروغ دینا ہوگا۔ ان کی گفتگو کا جواب علمی اور اخلاقی بنیادوں پر دینا ہوگا تاکہ دین کا وقار مجروح نہ ہو اور امت کی صفوں میں مزید انتشار پیدا نہ ہو۔

یاد رکھیں! بدضمیر لوگ یونہی کیا کرتے ہیں! لیکن ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے زہر آلود بیانیے کا مقابلہ حکمت، علم، اور اتحاد کے ذریعے کریں۔ یہی دین کی اصل روح ہے، اور یہی ہماری کامیابی کا راستہ ہے۔ والسلام

طاہر گل دیوبندی (قسط:۱)

مقدمہ کتاب "مناظرہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

"**نوٹ**: بندہ نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ضلع صوابی میں ہونے والے مناظرہ کو (جو استاد المناظرین ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ اور اشاعت التوحید والسنہ کے مفتی واحد الرحمٰن صاحب کے درمیان ہوا تھا) قلم بند کیا ہے اس کے لئے یہ مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جو کہ افادہ عام کے لئے قارئینِ مجلّہ راہِ ہدایت کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ احباب سے کتاب کی طباعت کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔"

مقدمہ

الحمدلله الذى نور قلوب العارفين بنور الايمان وشرح صدور الصالحين بالتوحيد والاحسان وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و على آله واصحابه اجمعين اما بعد!

برادرانِ اسلام! تمام اہل السنت والجماعت کا یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ

"انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کے بعد قبر مبارک میں حیات حاصل ہے۔"

اس پر قرآن وحدیث اور اجماع امت کے کافی شافی دلائل موجود ہیں (جن میں سے تقریباً ۳۰ تک دلائل مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب نے میدان مناظرہ میں پیش کیے جنہیں آپ ان شاء اللہ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے) لیکن چونکہ دور حاضر کے مماتی حضرات دیوبندیت کے مدعی ہیں اور خود کو دیوبندی بلکہ "اصلی دیوبندی" کہنے پر بضد ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عقیدہ پر اکابرین علماء دیوبند کے حوالہ جات نقل کیے جائیں تاکہ ان (مماتی حضرات) کی دیوبندیت عامۃ الناس کے سامنے آجائے۔ لیکن ان حوالہ جات کو پیش کرنے سے پہلے ہم یہاں چند تعبیرات اور ان کے تعریفات ذکر کرتے ہیں کیونکہ جب بھی اس موضوع پر کوئی بحث ومباحثہ یا مناظرہ ہوتا ہے تو منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تعبیرات کی من مانی تشریح کر کے اہل

السنت والجماعت پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کو سمجھیں کہ جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر (جو مدینہ منورہ کے روضہ مبارک میں موجود ہے) کے لئے مخفی (برزخی) حیات مانتا ہے وہ تعبیر جو بھی اختیار کرے قائل حیات کہلائے گا کیونکہ اس کا اختلاف صرف نام اور تعبیر میں ہے حیات میں نہیں۔اور یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ لفظی اختلاف ہے جس کی کوئی خاص حیثیت نہیں لہذا اس کو باعث نزاع بنانا درست نہیں ہے۔

اب ہم چند تعبیرات ذکر کرتے ہیں جنہیں علماء اہل السنت والجماعت نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے تاکہ عوام کو پتہ چلے کہ اصل اختلاف کس چیز میں ہے۔

حیات برزخی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم دنیا میں موت آئی ہے اور دنیا کے اعتبار سے آپ ؐ وفات پا چکے ہیں۔چنانچہ امام اہلسنت ؒ نے تسکین الصدور میں باب لگایا ہے:

"حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات ایک قطعی امر ہے"

اس کے نیچے حضرت فرماتے ہیں:

> اللہ تعالی نے اپنے جاندار مخلوق کیلئے جو محکم اور اٹل فیصلہ صادر فرمایا ہے وہ یہ کہ کل نفس ذائقة الموت (پارہ نمبر ۴ سورۃ آل عمران) ہر نفس موت چکھنے والا ہے۔اور اس ضابطہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور جلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہے گی۔"
>
> (تسکین الصدور صفحہ ۲۱۱)

اب جو حیات انہیں قبر شریف میں حاصل ہے یہ چونکہ عالم کے اعتبار سے برزخ میں حاصل ہے اسی لئے اسے حیات برزخیہ کہتے ہیں۔مماتی حضرات کے نزدیک برزخی زندگی صرف روح یا روح اور جسم مثالی کو حاصل ہوتی ہے اسی لئے انہیں اکابر کی کتابوں میں جہاں حیات برزخیہ کا لفظ ملتا ہے تو اس سے قبر شریف کی جسمانی زندگی کی نفی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی ہے قبر کی جسمانی زندگی کا انکار مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی سے پہلے کسی نے بھی نہیں کیا ہے اس بدعت کی ابتداء شاہ صاحب گجراتی سے ہوئی ہے۔چنانچہ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین الصدور میں تاریخی چیلنج دیا ہے جس کا صحیح جواب

ان شاء اللہ مماتی حضرات تاقیامت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ حضرت شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا:

بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۳ھ تک اہل السنّت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنا کے کسی حصے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپؐ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب تفسیر و حدیث کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف و سلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کی سماع نہیں فرماتے من ادعی خلافه فعلیه البیان ولا یمکنه ان شاءاللہ تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان۔"

(تسکین الصدور صفحہ ۲۹۰)

شبہ: ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی اعتراض کرے کہ آپ نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں جو حیات حاصل ہے یہ عالم کے اعتبار سے برزخ ہے جبکہ المہند علی المفند میں لا برزخیۃ لکھا گیا ہے۔

جواب: المہند علی المفند کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

"﴿لابرزخیة کما ھی حاصلة لسائر المومنین بل لجمیع الناس﴾

یعنی ایسی برزخی نہیں جو تمام مسلمانوں بلکہ سب لوگوں کو حاصل ہے"

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنا مقصود ہے نہ کہ برزخی ہونے سے انکار چنانچہ آگے چل کر اسی المہند علی المفند ہی میں برزخی حیات کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿فثبت بھذا ان حیاته دنیویة برزخیة لکونھا فی عالم البرزخ﴾ پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی برزخی ہے کیونکہ عالم برزخ میں ہے۔"

حیات دنیوی: سب سے زیادہ دھوکہ مماتی حضرات اس تعبیر کو لے کر دیتے ہیں۔ آپ اس مناظرہ میں بھی پڑھیں

گے کہ جب بھی مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی صاحب حفظہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات پر دلیل دیتے تو مماتی مناظر اپنی ٹرن میں یہی جواب دیتے کہ آپ کے کتابوں میں لکھا ہے کہ حیات دنیوی اور جسمانی ہے لہذا اس دلیل کا آپ کے دعویٰ اور عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اس دلیل میں قبر کی حیات اور اسی طرح جسد عنصری کا ذکر ہوتا لیکن مماتی مناظر یہی جواب دیتا کہ آپ حیات دنیوی کے قائل ہیں لہذا یہ دلیل آپ پیش نہیں کرسکتے۔ دراصل حیات دنیوی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں!

۱: دنیا کی ظاہری حیات یعنی کہ نبیؐ پر ابھی موت ہی نہیں آئی ہو۔

۲: دنیا میں موت آنے کے بعد چونکہ قبر میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی دنیا والے جسم مبارک کو حیات عطا کی گئی ہے لہذا دنیا والے جسم کو زندہ ہونے کے اعتبار سے اس حیات کو حیات دنیوی کہتے ہیں۔

اب مماتی حضرات کیا کرتے ہیں؟ یہ حضرات حیات دنیوی کا پہلا مطلب (دنیا کی ظاہری حیات یعنی کہ نبیؐ پر ابھی موت ہی نہیں آئی ہو) لے کر اہل السنت والجماعت پر اعتراضات شروع کر دیتے ہیں کہ آپ وفات کے منکر ہیں اور پھر بجائے اس کے کہ اہل السنت والجماعت کے کسی معتبر کتاب کا حوالہ اپنی تائید (موت کی نفی) میں پیش کرے قرآن مجید کے آیتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں فلاں آیت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آئے گی اور آپ دنیوی حیات مان کر موت کا انکار کر رہے ہیں۔

حالانکہ علماء اہل السنت والجماعت نے اپنی کتابوں میں بارہا وضاحت کی ہے کہ ہمارا مقصد صرف یہی ہے کہ جسد عنصری جو دنیا میں ہوتا ہے اسی کو حیات حاصل ہے۔ مثلاً اگر آپ المہند علی المفند کی عبارت کو لے لیں (جس پر مماتی حضرات سب سے زیادہ اعتراض کرتے ہیں) تو وہاں حیات دنیوی کا لفظ استعمال کرنے کے بعد دلیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اور آگے لکھتے ہیں:

”﴿فان الصلوة تستدعي جسد حيا﴾ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔“

اب دیکھیں یہاں حیات دنیوی کا مطلب یہی لیا ہے کہ جسم کو حیات حاصل ہے۔ اور حیات دنیوی کا یہی مطلب امام اہل السنت والجماعت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے تسکین الصدور صفحہ نمبر ۲۸۰ پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”حضرات علماء دیوبند جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی اور حیات دنیوی کا لفظ بولیں گے تو اس سے یہی مراد ہوگی۔ کہ آپ کی روح کا بدن دنیا سے تعلق ہے نہ یہ کہ تمام احکام میں یہ حیات دنیوی ہے۔“

امام اہل سنتؒ نے حاشیہ میں فاتح بریلویت حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کا حوالہ بھی ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالے سے نقل کیا ہے چنانچہ حضرت نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے یعنی مع الجسد ہے صرف برزخی روحانی نہیں۔“

(حاشیہ ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر و دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۶)

اسی طرح مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی لاجواب کتاب (جس پر مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحب رحمہ اللہ کی تقریظ بھی موجود ہے یعنی) ”مقام حیات“ کے صفحہ نمبر ۲۲۸ پر لکھتے ہیں:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دنیویہ صرف اس پہلو سے کہتے ہیں کہ یہ دنیا والے جسد اطہر سے ہے۔“

مزید بھی کئی کتابوں کے حوالہ جات ہیں لیکن یہ تینوں کتابیں اس موضوع پر بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے انہی کتابوں سے وضاحت نقل کی گئی۔ اب ان حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی مماتی حیات دنیوی کا پہلا مطلب لے کر اہل السنت والجماعت پر اعتراض کرتا ہے تو یہ صرف بد دیانتی ہوگی اور کچھ نہیں۔

شبہ نمبر۱: بعض علماء اہل السنت والجماعت کی کتابوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے حیات دنیوی کی نفی موجود ہے۔ اگر حیات دنیوی کا یہی مطلب ہے جو آپ نے المہند علی المفند، تسکین الصدور، ماہنامہ تعلیم القرآن اور مقام حیات سے بیان کیا تو یہ سب علماء (جو حیات دنیوی کی نفی کرتے ہیں) جسد اطہر کے لئے حیات کے منکر ہوئے لہذا یہ عقیدہ اہل السنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ نہیں رہا بلکہ اختلافی مسئلہ بن گیا۔

جواب: ہم اوپر وضاحت کی ہے کہ حیات دنیوی کے دو (۲) مطلب ہو سکتے ہیں اور پہلا مطلب ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ دنیا کی ظاہری حیات یعنی کہ نبیؑ پر ابھی موت ہی نہیں آئی ہو۔ اسی لیے جن حضرات نے اپنی کتابوں میں حیات

دنیوی کی نفی ہے وہاں پہلا مطلب یعنی دنیا کی ظاہری زندگی کی نفی مراد ہے نہ کہ قبر کی برزخی زندگی کی نفی جو جسد اطہر کو حاصل ہے لہذا اس بات کو سمجھیں اور خلط مبحث سے کام نہ لیں۔ چنانچہ امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”علماء کرام جہاں دنیا کی زندگی (حیات دنیوی۔ مرتب) کی نفی کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ دنیوی کھانے اور پینے کی حاجت وہاں نہیں ہوتی نہ یہ کہ روح کا جسم سے تعلق اور اتصال اور اس کی وجہ سے ادراک و شعور اور قوت سماع نہیں ہوتی کیونکہ یہ امور تو بہر حال ثابت ہے اور ان کا انکار نرا مکابرہ اور سینہ زوری ہے۔“

(تسکین الصدور صفحہ ۲۷۱)

شبہ نمبر ۲: جب حیات دنیوی کے دو مطلب ہیں تو پھر آپ ان ذو معنی الفاظ پر اصرار کیوں کرتے ہیں جن سے کم از کم شبہ تو پیدا ہو سکتا ہے۔

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ ہم حیات دنیوی کے الفاظ پر اصرار نہیں کرتے بلکہ ان کے مراد پر اصرار کرتے ہیں چنانچہ ہم نے اوپر وضاحت کی ہے:

”جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر (جو مدینہ منورہ کے روضہ مبارک میں موجود ہے) کے لئے مخفی (برزخی) حیات مانتا ہے وہ تعبیر جو بھی اختیار کرے قائل حیات کہلائے گا کیونکہ اس کا اختلاف صرف نام اور تعبیر میں ہے حیات میں نہیں۔ اور یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ لفظی اختلاف ہے جس کی کوئی خاص حیثیت نہیں لہذا اس کو باعث نزاع بنانا درست نہیں ہے۔“

رہی یہ بات کہ شبہ تو پھر بھی ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے جن حضرات کی عبارات میں حیات دنیوی کے انکار کے الفاظ ملتے ہیں ان علماء کی دیگر عبارات میں باقاعدہ حیات فی القبر کی تصریحات موجود ہیں جن سے شبہات رفع ہو جاتے ہیں لہذا آپ صرف شبہات سے کام نہ چلائیں۔ پھر ان علماء کرام میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں مطلق حیات دنیوی کی نفی نہیں کی ہے بلکہ حیات دنیوی ظاہری کی نفی کی ہے جس سے شبہات دفع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فتویٰ دیا تھا جن میں یہ الفاظ موجود تھے

ملاحظہ فرمائیں:

”حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، قرآن کی اتنی صریح مخالفت کون کر سکتا ہے، جو بھی قائل ہیں حیات برزخی کے قائل ہیں۔“

(تعلیم القرآن شمارہ بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ صفحہ ۳۸ بحوالہ حیات انبیاء کرام مؤلفہ مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحب صفحہ ۵۱)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے بعد میں اس فتویٰ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”میرے سابقہ فتویٰ سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور میرے کلام کی تحریف ہے۔“

(بحوالہ ہدایة الحیران فی جواھر القرآن)

خود امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور اہل السنت والجماعت کی طرف سے بھرپور وکالت کرتے ہوئے اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء، لیکن ان سب کے باوجود حضرت تسکین الصدور میں فرماتے ہیں:

”لیکن یہ حیات دنیوی ظاہری نہیں کہ ہر ایک کو محسوس ہو سکے۔“

(تسکین الصدور صفحہ ۲۷۴)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو حضرات حیات دنیوی ظاہری کی نفی کرتے ہیں ان کی مراد قبر کی جسمانی زندگی کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔ یہ مماتی حضرات کی خام خیالی ہے۔

حیات جسمانی: وفات کے بعد قبر کی یہ زندگی فقط روح کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ روح کا باقاعدہ جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اور اسی جسم کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے اس حیات کو حیات جسمانی بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ المہند علی المفند اور تسکین الصدور کے حوالے سے اوپر بیان کیا گیا ہے کہ یہ حیات جسد اطہر کو حاصل ہوتا ہے۔

حیات روحانی: عالم برزخ میں حیات کے اثرات مثلاً راحت وتکلیف، لذت والم، ثواب وعذاب اور خوشی وغمی اولاً اور اصالةً روح پر ظاہر ہوتے ہیں پھر روح کے واسطے سے جسم عنصری پر ظاہر ہوتے ہیں، پس روح کے اسی اولیت و اصلیت کی وجہ سے اس حیات کو حیات روحانی کہتے ہیں۔ حیات روحانی کہنے سے حیات جسمانی کی نفی نہیں

ہوتی۔ کیوں اہل السنت والجماعت روح کے بقا کے بھی قائل ہیں اور جسم کے ساتھ اس کے تعلق حیات کے بھی قائل ہیں۔

حیات حسی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں جو حیات حاصل ہے یہ نبی علیہ السلام کے حق میں حسی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو محسوس فرماتے ہیں۔ حیات حسی کا یہ مطلب ہمارے نزدیک قطعاً نہیں کہ دنیا والے لوگ اس حیات کو محسوس کرتے ہیں۔ اہل دنیا کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"﴿ولاكن لا تشعرون﴾ لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔"

امام اہلسنتؒ تسکین الصدور میں فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک یہی مراد متعین ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قبر میں جو حیات حاصل ہے وہ خود ان کے حق میں حسی ہے بایں طور کہ وہ اپنے جسم مبارک کے تمام اعضاء شریفہ میں حیات کے آثار محسوس کرتے ہیں۔۔۔ گو اہل دنیا کو اس کا احساس وشعور نہ ہو سکے"

(صفحہ ۲۸۵)

آگے فرماتے ہیں:

"حسی کا یہ معنی نہیں ہو گا کہ اس جہان والے اس حیات اور اس کے آثار کو محسوس کر سکتے ہیں اور اگر اس حیات حسی سے مراد یہ ہو کہ اہل دنیا اس حیات کو محسوس کر سکیں تو خرق عادت کے طور پر اگر کسی ثقہ سے یہ ثابت ہو تو اس میں بھی شرعاً کوئی استبعاد نہیں کیونکہ خوارق عادات کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہوتا اور عام حالات سے وہ ماوراء ہی ہوتے ہیں علامہ آلوسی الحنفیؒ کا حوالہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ وہ اہل دنیا کے لیے اس کو حسی تسلیم نہیں کرتے، اور اس تحقیق میں ہم بھی علامہ آلوسیؒ کے ساتھ ہیں۔"

(صفحہ ۲۸۶)

حیات اخروی: مماتی حضرات کو جب اکابر کی کتابوں میں حیات اخروی کا لفظ نظر آجاتا ہے تو فوراً اس سے قبر کی جسمانی حیات کی نفی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے:

”حضرت عثمانؓ سے روایت ہے (کہ ان کا حال یہ تھا) کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہو جاتی، ان سے پوچھا گیا (یہ کیا بات ہے) کہ آپ جنت و دوزخ کو یاد کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کی وجہ سے اس قدر روتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، پس اگر بندہ اس سے نجات پا گیا، تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں، اور اگر قبر کی منزل سے بندہ نجات نہ پا سکا، تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے اور زیادہ سخت اور کٹھن ہیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ یہ بھی فرماتے تھے، کہ: نہیں دیکھا میں نے کوئی منظر مگر یہ کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ خوفناک اور شدید ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ معارف الحدیث)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد مبارک مذکور ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اسی لئے اس میں میت کی حیات کو آخرت کی پہلی منزل سے متعلق ہونے کی وجہ سے اخروی حیات کہتے ہیں۔

حیات حقیقی اور حیات کاملہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں جو حیات حاصل ہے وہ دنیا کے ظاہری حیات سے کامل بلکہ دنیا کے مقابلے میں بہت اعلیٰ، افضل و اکمل ہے۔ اور اسی کمال حیات حیات کی وجہ سے اسے حقیقی اور کامل حیات کہتے ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ چند ضروری تعبیرات اور اس کے تعریفات درج کرنے کے بعد اب ہم عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اکابر علماء دیوبند کے بعض حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر۱: حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء بالیقین قبر میں زندہ ہیں“

(ھدیۃ الشیعہ صفحہ ۳۵۹)

حوالہ نمبر۲: دوسری جگہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”انبیاء کرام کو انہی اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں“

(لطائف قاسمیہ صفحہ ۳)

حوالہ نمبر۳: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اپنی بے نظیر کے کتاب ''آب حیات'' صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں عزلت گزیں ہیں۔

تنبیہ: حضرت نانوتویؒ نے حیات النبیؐ کے اثبات پر کتاب ''آبِ حیات'' لکھی ہے۔

حوالہ نمبر۳: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں ﴿ونبی اللہ حی یرزق﴾، اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ آپ حیات میں بماالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔

(ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۴۴)

حوالہ نمبر۴: فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں''

(البراہین القاطعہ صفحہ ۴۱۱)

حوالہ نمبر۵: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی اعتقاد ہے''

(اشرف الجواب صفحہ ۲۵۲)

حوالہ نمبر۶: دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''بہر حال یہ بات باامت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ ہیں۔''

(اشرف الجواب صفحہ ۲۵۴)

حوالہ نمبر۷: خاتم المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''﴿یرید بقوله الانبیاء (احیاء فی قبورهم یصلون)مجموع الاشخاص لاالارواح فقط﴾

(تحیۃ الاسلام صفحہ ۳۶بحوالہ تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صفحہ ۵۷۰)

مذکورہ حدیث میں الانبیاء سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مجموع اشخاص (یعنی ارواح و اجسام کا مجموعہ) مراد ہیں نہ فقط ارواح۔ یعنی انبیاء علیہم السلام اپنے اجسام کے ساتھ قبور میں زندہ ہیں۔

حوالہ نمبر۸: مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

انبیاء اور شہداء کی حیات تو نصوص میں وارد ہے۔۔۔ حدیث میں ہے ﴿ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے، پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۱۸ صفحہ ۶۵)

حوالہ نمبر۹: ایک سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

”حدیث شریف میں تصریح ہے ﴿ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق﴾ لہٰذا حیات النبی کا عقیدہ رکھنا صحیح ہے اور اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے، اور تحقیق اس کی ”آبِ حیات“ مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ میں ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمالیں تاکہ جملہ اشکالات رفع ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۱۸ صفحہ ۲۵۸)

حوالہ نمبر۱۰: شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ودلت النصوص الصحیحۃ علی علی حیات الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام﴾ اور نصوصِ صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔

(فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۳۲۵بحوالہ تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام جلد ۱ صفحہ ۵۹۴)

حوالہ نمبر۱۱: مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔باقی یہ بات کہ اس حیات کی کیفیت کیا ہے یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے وہ حیات حضور انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں۔"

(کفایت المفتی جلد ا صفحہ ۱۰۲)

حوالہ نمبر ۱۲: دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں بلکہ برزخی ہے۔اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔"

(کفایت المفتی جلد ا صفحہ ۸۰)

حوالہ نمبر ۱۳: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں"

(فضائل اعمال صفحہ ۶۷۲ رسالہ فضائل درود شریف)

حوالہ نمبر ۱۴: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آپؐ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مومنین اور شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے"

(فتاویٰ شیخ الاسلام صفحہ ۶۴)

حوالہ نمبر ۱۵: المہند علی المفند جو اکابر علماء دیوبند کی مصدقہ دستاویز ہے اس میں لکھا ہے:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔اور آپؐ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں کو بلکہ سب لوگوں کو، چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء میں صراحتاً لکھا ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی

ہے الخ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی حیات دنیوی ہے اور اس لحاظ سے برزخی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے، اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے جس کے دلائل دقیق ہے، اسلوب عجیب ہے اور بے مثال ہے، وہ طبع ہو کر لوگوں میں شائع و ذائع، ہے، اس کا نام ''آب حیات'' ہے یعنی زندگی کا پانی۔

(المہند علی المفند صفحہ نمبر ۳۰)

المہند علی المفند پر درجہ ذیل اکابر علماء دیوبند کے تصدیقات موجود ہیں:

(1) قدوۃ العلماء والمحدثین شیخ محمود حسن رحمہ اللہ

(2) حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی رحمہ اللہ

(3) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ مفتی دار العلوم دیوبند

(4) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ

(5) حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ

(6) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب رحمہ اللہ

(7) حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث مراد آباد

(8) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی قدس سرہ

(9) حضرت مولانا محمد احمد صاحب بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب رحمہما اللہ

(10) حضرت مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند

(11) حضرت مولانا محمد بن افضل المعروف سہول رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند

(12) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب بجنوری رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند

(13) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمہ اللہ

(14) حضرت مولانا ریاض الدین صاحب مدرسہ عالیہ میرٹھ

(15) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ

(16) حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ مدرسہ امینیہ دہلی

(17) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

(18) حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

(19) حضرت مولانا سراج احمد صاحب رحمہ اللہ

(20) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

(21) حضرت مولانا محمد مسعود احمد بن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ

(22) استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یحییٰ سہارنپوری رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

(23) حضرت مولانا محمد کفایت اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ مدرس اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

حوالہ نمبر۱۶: دار العلوم دیوبند کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”تمام اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ حسی اور جسمانی ہے، اس لیے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔“

(سیرت المصطفیٰ جلد 3 صفحہ ۲۴۳)

حوالہ نمبر۱۷: دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”حضرات انبیاء کی حیات جسمانی ہے اور ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق ہے۔ غرض یہ کہ انبیاء کرام کی حیات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔“

(سیرت المصطفیٰ جلد 3 صفحہ ۲۵۰)

حوالہ نمبر۱۷: مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”برزخ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور و معروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علمائے دیوبند سب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ علمائے دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے وراثتاً پایا ہے۔"

(ماہنامہ تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ صفحہ ۲۲ بعنوان چار سالہ نزاع کا خاتمہ)

حوالہ نمبر ۱۸: عقیدہ حیات النبیؐ کے متعلق علماء دیوبند کا مسلک بحوالہ پیام مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء

پاکستان کے دس اکابر مسلک علماء دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور وہ حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، صرف یہ کہ وہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنّۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیاۃ انبیاء پر آبِ حیات کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل انصاف اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(1) محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

(2) عبد الحق عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(3) مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ لاہور

(4) مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ

(5) شمس الحق افغانی عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(6) محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(7) مولانا مفتی محمد حسن عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(8) محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

(9) مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی نمبر ا

(10) مولانا احمد علی لاہوری امیر خدام الدین لاہور

منجانب حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات (پیامِ مشرق ستمبر ۱۹۶۰ء)

اس حوالے کا اصل فوٹو کاپی رسالہ کے آخر میں لگایا گیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱۹: مہتمم دار العلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کا فیصلہ: جب منتسبین دیوبند کا اس مسئلہ میں اختلاف شدت اختیار کر گیا تو قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فریقین کے درمیان حسب ذیل تحریر پر دستخط کروا کر اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

"وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔"

اس تحریر پر درجہ حضرات نے دستخط کیے!

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد علی جالندھری صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا قاضی نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ

آج بھی اگر مماتی حضرات اس تحریر پر متفق ہو جائیں تو یہ مسئلہ حال ہو سکتا ہے۔

حوالہ نمبر ۲۰: امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اپنی بے نظیر اور لاجواب کتاب تسکین الصدور میں فرماتے ہیں:

"تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضراتِ شہداءؒ کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے"

(صفحہ ۲۱۹)

المہند علی المفند کے بعد تسکین الصدور علماء اہل السنّۃ والجماعۃ کے عقائد کی مستند اور تاریخی دستاویز ہے اور جس طرح المہند علی المفند پر اس وقت کے چوٹی کے علماء اہل السنّۃ والجماعۃ کی تصدیقات اور تائیدات درج ہیں اسی طرح تسکین الصدور پر اس وقت کی چوٹی کے علماء کی تصدیقات اور تقاریظ موجود ہیں۔ چند علماء کرام کے اسماء گرامی یہاں درج کئے جاتے ہیں جس سے آپ بخوبی تسکین الصدور کی علمی مقام کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۱: حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

۲: حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ سابق مفتی دار العلوم دیوبند

۳: حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

۴: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحبؒ

۵: حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحبؒ

۶: حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ

۷: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ

۸: حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی صاحبؒ

۹: حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی صاحبؒ

۱۰: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ

۱۱: حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک

۱۲: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

۱۳: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کراچی

۱۴: حضرت مولانا دوست محمد قریشی صاحبؒ

۱۵: حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ

۱۷: حضرت مولانا نذیر اللہ صاحبؒ

۱۸: حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ وغیرہ

شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ دورہ تفسیر میں فرمایا:

"شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں مجھے فرمایا کہ تسکین الصدور بہترین کتاب ہے"

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اکابرین علمائے دیوبند کے مزید بھی کافی عبارات موجود ہیں لیکن ہم انہی حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات النبیؐ سے متعلق مماتی حضرات کا موقف:

آپ نے اکابر علماء دیوبند کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے ہیں اب ہم آپ کے سامنے مماتی حضرات کے چند عبارات پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی دیوبندیت سب کے سامنے آجائے۔ لیکن اس سے پہلے آپ حیات کی معنی کو ذہن نشین فرمالیں۔ حیات کہتے ہیں روح کے جسم کے ساتھ تعلق کو، عام اس سے کہ یہ تعلق اتصالی ہو یا دخولی۔ چنانچہ مماتی حضرات کے وکیل اعظم مفتی محمد حسین نیلوی صاحب فرماتے ہیں:

"تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی ہیں روح کا بدن کے ساتھ تعلق"

(نداء حق جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

اب اگر کوئی شخص تعلق کا انکار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ حیات کا منکر ہے۔

مفتی محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ کسی سلف کی کتاب میں نہیں ہے کہ آپ کو قبر میں دفن کے بعد پھر سے روح جسد عنصری میں داخل ہو جاتی ہے یا روح کا تعلق جسد مطہر کے ساتھ ہو جاتا ہے۔۔۔ اور نہ ہی اس پر قرآن مجید کی آیت یا حدیث مشہور یا متواتر یا صحابہ کرام کے اقوال سے یہ چیز ثابت کی جاسکتی ہے"

(عقائد علماء دیوبند اور مسئلہ حیات الانبیاء وسماع موتی صفحہ ۱۲۲)

اسی طرح نداء حق جلد ۱ صفحہ ۵۵۵ پر لکھتے ہیں:

"باقی رہا ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور

سنت صحیحہ سے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات و اقوال میں تعلق روح بجسم عنصری کا کوئی نفیًا و اثباتاً ذکر و اذکار ہے۔"

نیلوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

"اس جسد عنصری کے عوض میں برزخ میں ان سے بہتر اجساد ان ارواح کو عطا ہوتے ہیں جن میں قیامت بپا ہونے تک رہیں گے۔"

(نداء حق جلد ا صفحہ ۳۱۳)

نیلوی صاحب مجموعہ رسائل جلد اول صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں:

"اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ بعد از وفات انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح مبارکہ موہوبہ اجساد مثالیہ میں داخل ہو کر اعلیٰ علیین میں تشریف لے جاتے ہیں"

مزید ایک جگہ لکھتے ہیں:

"حضرات انبیاء عظام اپنی عرفی قبروں میں زندہ نہیں۔"

(نداء حق جلد ا صفحہ ۴۹۱)

نیلوی صاحب کے نزدیک حیات النبی کا نعرہ سب سے پہلے منافقین نے لگایا۔ اسی طرح قادیانی کا حوالہ دیا ہے کہ قادیانی بھی قبر میں زندہ مانتا ہے۔ دیکھیئے بالترتیب نداء حق جلد کا صفحہ نمبر ۵۱۴ اور ۵۱۳۔

امیر اشاعت طیب طاہری صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث نے بتایا کہ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کی شکل کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں اسی طرح مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ بھی جنت میں ہیں اور مثالی اجسام سے نوازی گئی ہیں۔"

(مسلک الاکابر صفحہ نمبر ۲۴)

مولوی سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کی روحیں وفات کے بعد اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں، یہ ایک قطعی اور ختمی امر ہے اور کتاب سنت سے ثابت ہے۔۔۔ باقی روحوں کا اعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے قبروں

میں مدفون بدنوں کے ساتھ تعلق واتصال تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ۔۔۔وہ تعلق مراد ہو جس کی بعض علماء نے اشراف یا اشراق سے تعبیر کی ہے اور مقصد یہ ہے کہ روح کے بدن پر اشراق سے بدن میں ایک گونہ حیات پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ زائر کا صلوٰۃ وسلام سنتا اور جواب بھی دیتا ہے تو اول تو اس کو دنیوی حیات کہنا غلط ہے۔۔۔۔دوم اس تعلق اور حیات کا کتاب وسنت، سلف امت کے ارشادات اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ جیسا کہ "جواہر القرآن "(صفحہ ۱۹۴) میں ہم لکھ چکے ہیں"

(اقامۃ البرہان صفحہ ۱۷۹)

مولوی عطاء اللہ بندیالوی خطبات بندیالوی جلد ۲ صفحہ ۸۸ میں لکھتے ہیں:

"ہمارے دوست کہتے ہیں کہ وفات کے بعد نبی اکرمؐ کی حیات دنیوی ہے اور اسی قبر میں آپ زندہ ہیں اور ہم (اشاعت والے۔ ناقل) کہتے ہیں کہ نہیں"

عطاء اللہ بندیالوی نے اپنی کتاب حیات النبیؐ میں صفحہ ۲۶ پر عنوان لگایا ہے کہ "یہ عقیدہ کہاں سے آیا" اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ

"انبیاء کرام کی اسی جسد عنصری کے ساتھ اسی زمینی قبر میں حیات اور اداء نماز کا عقیدہ نہ قرآن و سنت سے ثابت ہے، نہ اجماع صحابہ سے۔۔۔نہ علماء احناف کے ارشادات سے تو پھر یہ عقیدہ سب سے پہلے کن لوگوں نے ایجاد کیا؟" (آگے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیعہ اور بریلویوں کا عقیدہ قرار دیا. ناقل)

مولوی خان بادشاہ صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"ولیس المراد من حیات حیاتھم فی ھذہ القبور المحفورہ"

(المسامیر النارية:۱۹۱)

ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

"آنحضرتؐ کو روضہ مبارک میں بجسد عنصری کے ساتھ زندہ سمجھنا یہ شیعہ مسلک ہے۔"

(التنقید الجوہری صفحہ ۳)

نوٹ: مولوی خان بادشاہ صاحب کے یہ حوالے مجلہ صفدر کے "علامہ خالد محمود نمبر" جلد نمبر ۲ سے ماخوذ ہیں۔

مولوی خضر حیات جواہر القرآن (جو مولوی سجاد بخاری صاحب کی مرتب کردہ تفسیر ہے) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں"

(المسلک المنصور صفحہ ۲۸۸)

شہاب الدین خالدی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اصولی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے بارے میں نہ تو قرآن کریم میں کوئی صراحت ہے نہ اشارہ اسی طرح کسی صحیح یا غیر صحیح حدیث میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کی کوئی صراحت نہیں ہے۔"

(عقیدۃ الامت فی عدم سماع المیت صفحہ ۲۴۹ حصہ اول)

مولوی عبد المقدس صاحب تحقیق الحق صفحہ ۱۵۸ پر لکھتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم السلام بحیات برزخیہ باجسام برزخیہ حیات ہیں نہ کہ بحیات دنیویہ باجساد عنصریہ"

یہ چند حوالے مماتی حضرات کے ذمہ دار حضرات کی کتابوں سے نقل کیے جن سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حضرات علمائے دیوبند سے الگ موقف اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ خود کو "اصلی دیوبندی" کہتے ہیں اور جو لوگ اکابرین دیوبند کے مسلک پر قائم ہیں انہیں "جعلی دیوبندی" کہتے ہیں۔

(جاری)

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

سقوط بغداد کا سبب ہر گز مسلکی اختلافات نہیں تھے

نسیم حجازی کا نام آپ نے سنا ہو گا کمال کا لکھاری اور ناول نگار ہے کئی کتابوں کے مصنف ہیں اکثر و بیشتر اسلامی موضوعات خصوصا غزوات کے اوپر لکھتے رہتے ہیں جس میں وہ امت مسلمہ کے عظیم اور جلیل القدر اشخاص کا تعارف اور جہادی قربانیاں پیش کر کے نئی نسل کے نوجوانوں کے اذہان میں بڑی مہارت سے ایک قسم کی جہادی اور انقلابی جزبات منتقل کرنا چاہتے ہیں بہت سے زبانوں میں انکی کتب کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ واقعی انکی کاوش بہت حد تک مفید بھی رہا ہے لیکن چونکہ نسیم حجازی صاحب ناول نگار ہے کوئی عالم دین اور محقق نہیں اس لئے بعض اوقات کتاب کے اندر بہت کچھ حقائق سے دور واقعات ناول کی شکل میں لے آتے ہیں۔۔۔۔۔ نسیم حجازی صاحب اپنی ایک ناول میں لکھتے ہیں کہ سقوط بغداد کا سبب مولویوں کے چھوٹے چھوٹے مسائل پہ مناظرے تھے حالانکہ یہ بات نوے فیصد مشکوک اور خلاف حقیقت ہے۔۔۔۔ اب بدقسمتی سے ہمارے ہاں تحقیق نام کی کوئی چیز ہی نہیں عوام سے تو گلہ نہیں بعض علماء کرام بھی بڑے اعتماد کے ساتھ نسیم حجازی صاحب کا ناول ذرا حاشیہ لگا کر پیش کر کے کہتے ہیں کہ سقوط بغداد کے وقت علماء کرام کے درمیان کوے کی حلت و حرمت پہ مناظرہ شروع تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سقوط بغداد کا سبب مسلکی اختلاف تھے یعنی شیعہ سنی اختلافات اسی طرح حنفیہ اور شوافع کے درمیان اختلافات سقوط بغداد کا سبب بنا۔ جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سقوط بغداد کے وقت مسواک کی لمبائی پہ مناظرہ چل رہا تھا کہ مسواک کی مقدار کتنی ہونی چاہیے بالشت سے بڑی ہو یا چھوٹی۔ یہ بحث ابھی ہو رہی تھی کہ ہلاکو خان کے سپاہی فرات کے کنارے پہنچے اور اسکے بعد نہ مفتی بچے، نہ ہی انکے فتوے بچے، مسواکیں بچیں اور نہ ہی مسواکیں کرنے والے بچے۔

یاد رہے:

اولاً: ان جیسے واقعات تاریخ کی کسی مستند کتاب سے ثابت نہیں۔

ثانیاً: ان جیسے واقعات اکثر وہ لوگ بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں جو علماء سے حد درجہ بغض رکھتے ہیں تاکہ یہ ثابت کر اسکے کہ بغداد کی عظیم الشان سلطنت کے سقوط کا سبب علماء کرام ہی بنے۔ اب ان ہی لوگوں کی تقلید میں بعض

ناعاقبت اندیش علماء کرام مناظرین کی بغض میں یہی غزل سناتے رہتے ہیں کہ سقوط بغداد کا سبب علماء کرام کا آپس میں فروعی مسائل پر مناظرے تھے۔ حالانکہ یہ سب کچھ خلاف حقیقت باتیں ہیں۔

ثالثاً: سوال یہ ہے علماء کرام کا تو کام ہی دینی مسائل پہ تحقیق کرنا ہے چاہیے وہ چیز فرض ہو یا واجب مستحب ملک کی دفاع تو حکومت اور فوج کی ذمے داری ہے آخر سقوط بغداد کے وقت ملکی انتظامیہ، ایڈمنسٹریٹس ادارے اور فوج کہاں غائب تھی؟ تعجب کی بات ہے غفلت ملکی اداروں نے کی ہے جبکہ قصوروار علماء کرام کو ٹھہرایا جارہا ہے۔

"فروعی اختلافات کو سقوط بغداد کا سبب قرار دینا"

امام اہل سنت، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"بغداد کی تباہی کا سبب بجائے سنی اور شیعہ اختلاف اور تاتاری فتنہ کو حنفی اور شافعی اختلاف قرار دینا اور پھر اس کو تاریخ کا اتفاقی امر باور کرانا خالص جہالت اور نرا تعصب ہے"

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص:24)

سقوط بغداد کے اسباب:

1: کئی وجوہات کی بنا پر، خلیفہ، معتصم حملے کے لئے تیاری کرنے میں ناکام رہا تھا؛ اس نے نہ لشکر جمع کئے اور نہ ہی شہر کی دیواروں کو مضبوط کیا۔

2: خود خلیفہ کے ساتھیوں میں میر جعفر و صادق جیسے غدار موجود تھے، وزیر ابن علقمی نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا تھا جو بادشاہ کا ساتھی کہلاتا تھا۔

3: حکمرانوں کی عیش پرستی، نااہلی اور امراء کی خودسری و اخلاقی زوال عروج پر تھا۔

4: دفاعی قوت پہ توجہ نہ دینا۔

5: وقت کے خلیفہ نے اسلحہ کے بجائے سونا اور جواہرات کے ڈھیر جمع کئے تھے جو جنگ کے وقت کسی کام نہ آسکے۔

6: حب مال اور جہاد سے کنارہ کشی جیسے اسباب سقوط بغداد کا سبب بنا۔

لہذا ناولوں کی بے بنیاد باتیں پھیلا کر علماء کرام کو بدنام نہ فرمائیں۔ بلکہ تحقیق کی دنیا میں قدم رکھ کر ترقی کی منازل کو عبور کرتے جائیں۔

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258